هفت روزہ
خدام الدین
لاہور
بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۲۵ دسمبر ۱۹۸۱ء
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور
ڈیڑھ روپیہ

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ و تشریح ——— حضرت مولانا احمد علی قدس سرہٗ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ۔ لَا تَسْئَلِ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ اُخْتِهَا لِتَسْتَفْرِغَ صَحْفَتَهَا وَلْتَنْكِحْ فَاِنَّ لَهَا مَا قُدِّرَ لَهَا ۔

ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی عورت اپنی بہن کی طلاق نہ مانگے تاکہ جو اس کے پیالہ میں ہے وہ بھی آپ لے لے اور اسے چاہیئے کہ اس خیال کو چھوڑ کر نکاح کر لے کیونکہ اس کی تقدیر اس کے ساتھ ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح : اس حدیث شریف میں سوکن کے لئے بہن کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ دین میں بہن ہی ہے اور بہن کا لفظ اس لئے استعمال کیا گیا ہے تاکہ یہ سوکن اس کے ساتھ بہنوں کا سا سلوک کرے۔ سوکن کے پیالہ کو اُلٹ لینے سے مراد یہ ہے کہ خاوند جو حقوق اس کے ادا کر رہا ہے وہ بھی اُسے ہی مل جائیں۔ اس خیال سے پہلی کو طلاق نہ دلوائے جو مقدر ہے مل کر رہے گا۔

عَنْ عَائِشَةَ رضؓ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا یَحْرُمُ مِنَ الْوِلَادَةِ (رواہ البخاری)

عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس قدر نسبی رشتے حرام ہیں اُسی قدر رضاعی رشتے بھی حرام ہیں۔

تشریح : البتہ بعض مسائل میں فرق ضرور ہے۔ جن کی تفصیل فقہ کی کتابوں سے مل سکتی ہے۔ مثلاً رضاعی بہن کی ماں اس لڑکے کے حق میں حلال ہے یا رضاعی بیٹے کی بہن اس شخص کے لئے حلال ہوگی۔

عَنْ اَنَسٍ رضؓ قَالَ مَا اَوْلَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْ نِّسَآئِهٖ مَا اَوْلَمَ عَلٰی زَیْنَبَ اَوْلَمَ بِشَاةٍ (متفق علیہ)

انس رضؓ سے روایت ہے کہا جیسا ولیمہ آپؐ نے حضرت زینب رضؓ کے نکاح پر کیا ویسا دوسری بیبیوں میں سے کسی کا نہیں کیا (زینب رضؓ کے نکاح پر) ایک بکری سے ولیمہ کیا۔

تشریح : ولیمہ کرنا سنت ہے۔ دوسری چیزوں کا لحاظ اس میں ضرور رکھا جائے۔ اپنی وسعت کے مطابق ہو۔ اور نام و نمود مطلوب نہ ہو۔ چنانچہ بعض اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایسے ولیمے بھی کئے ہیں جن میں نہ روٹی نہ گوشت تھا بلکہ محض کھجور، پنیر اور گھی تھا۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ مَا یُقْضٰی بَیْنَ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِی الدِّمَآءِ ۔ (متفق علیہ)

عبداللہ بن مسعود رضؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن سب سے پہلے فیصلے خونوں کے متعلق ہوں گے۔

تشریح : یعنی حقوق العباد میں سب سے پہلے فیصلہ خون کا ہوگا۔ یہ اس حدیث شریف کے مخالف نہیں ہے جس میں آیا ہے کہ سب سے پہلے نماز کے متعلق حساب و کتاب ہوگا۔

جلد ۲۷ ⁂ شمارہ ۲۵
۲۷ر صفر المظفر ۱۴۰۲ھ ⁂ ۲۵ر دسمبر ۱۹۸۱ء

اس شمارہ میں

مجلس ادارت

رئیس الادارہ : حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہٗ
مدیر منتظم : مولوی محمد اجمل قادری
مدیر : محمد سعید الرحمٰن علوی
مدیر معاون : عبدالرشید انصاری، کراچی
مدیر معاون : محمد ظہیر میر
دفاتر : اندرون شیرانوالہ دروازہ لاہور، فون ۶۴۹۸۴
کراچی : پہلی چورنگی ناظم آباد
بدل اشتراک سالانہ ۶۰/- روپے ششماہی ۳۰/- روپے سہ ماہی ۱۵/- روپے، فی پرچہ ڈیڑھ روپیہ

۱۶ر دسمبر ۔ سقوطِ ڈھاکہ

آج سے دس سال پیشتر ۱۶ر دسمبر کو تاریخ انسانی اور خصوصاً اسلامی تاریخ میں ایک ایسا سانحہ رونما ہوا۔ جس کی مثال اس سے پہلے بہت کم دیکھنے میں آتی ہے۔ دنیا کے بہترین جوان ہمت، بہادر اور حوصلہ مند ایک لاکھ سپاہیوں نے بزدل، عیّار اور کمینے دشمن کے سامنے انتہائی بے بسی اور کسمپرسی کے عالم میں ہتھیار ڈال دئیے۔ جسم کا ایک عضو، عضوِ معطل ہو گیا مشرقی پاکستان ہم سے کٹ گیا۔ مسجدوں کے شہر نے ایک ساتھ دھڑکنے سے انکار کر دیا۔ بھائی بھائی سے جدا ہو گیا۔ ملک کی آبادی کا کثیر حصّہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے روٹھ گیا۔

یہ کیسے ہوا؟ کیا ہوا؟ کیوں ہوا؟ سب کچھ ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ اس وقت کے حاکم جنرل یحیٰی خاں نے قوم کے پُرزور مطالبہ پر الیکشن کروائے۔ ملک کی تمام سیاسی جماعتوں نے بغیر کسی رکاوٹ کے انتخابات میں حصّہ لیا۔ الیکشن جیتنے کے لئے ہر حربہ استعمال ہوا۔ سیاسی پارٹیوں نے دن رات ایک کر دیا۔ پھر ملک کی تاریخ کے انتہائی منصفانہ اور غیر جانبدارانہ انتخابات ہوئے نتائج نکلے ایک طرف عوامی لیگ آئی بلکہ چھائی۔ دوسری طرف پیپلز پارٹی نے سر اٹھایا اقتدار کے لئے رسہ کشی ہوئی۔ چور دروازے سے داخل ہونے والے بالآخر کامیاب ہوئے۔ اس وقت کا حکمران دھمکیوں سے مرعوب ہو گیا۔ اس نے حالات سنبھالنا چاہے لیکن تیر اس کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ اقتدار کے خواہش مندوں نے ہر قیمت پر اقتدار چھین لینا چاہا۔ ادھر ہم ادھر تم کا نعرہ لگا۔ مشرقی پاکستان جانے والوں کو ٹانگیں توڑ دینے کی دھمکیاں دی گئیں۔ اور آخر کار وہی ہوا۔ ملک کی سلامتی سے کھیلنے والے ملک کے محافظ بن گئے۔ ملک کے ذلیل، کمینے اور پرلے درجے کے لوگ معزز شہری بن گئے۔ ہر ایرا غیرا نتھو خیرا راجہ اندر بن گیا۔ اور جو کسی کے دل میں آیا وہ کرتا رہا۔

ملک کمزور سے کمزور تر ہوتا چلا گیا۔ لیکن اپنی تجوریاں بھرنے والے اسے مسلسل لوٹتے رہے۔ حتیٰ کہ صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ جذبات اُبل پڑے۔ راکھ میں دبی ہوئی چنگاری چھ سات سال کے دباؤ کے نتیجہ میں شعلہ بن گئی۔ اور آناً فاناً اس کی لپیٹ نے پورے ملک کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ قوم کو ایک بار پھر قربانی دینا پڑی۔ ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کو ایک بار پھر ذلیل ہونا پڑا۔ حتیٰ کہ قربانی رنگ لائی اور ملک کی تقدیر سے کھیلنے والے خود اپنا مقدر دنیا کو دکھلا گئے۔

عظیم قربانیوں اور جد و جہد کے نتیجہ میں آج سے چار سال پیشتر جنرل محمد ضیاء الحق بر سرِ اقتدار آئے۔ قوم نے اطمینان کا سانس لیا۔ شیرینیاں بانٹی گئیں۔ ماؤں اور بہنوں نے گھی کے چراغ جلائے۔ نوّے دن کے اندر از سرِ نو انتخابات کروانے کا وعدہ ہوا لیکن ملکی حالات نے ابھی تک ایسا وعدہ پورا کرنے کی اجازت نہیں دی۔

ملک کی سلامتی اور یک جہتی سے کھیلنے والے پھر سر اٹھا رہے ہیں وہ ہر قیمت پر ملک کے تحفظ و بقا اور سلامتی سے کھیلنا چاہتے ہیں۔

یاد رکھیئے! جو قومیں اپنے اعمال کا محاسبہ نہیں کرتیں تباہی ان کا مقدر ہو جاتی ہے۔ موجودہ حالات اس بات کا سختی سے تقاضا کرتے ہیں کہ ہم اپنی سابقہ کوتاہیوں پر نظر رکھیں، ان کا محاسبہ کریں اور آئندہ کے لئے ان سے توبہ کریں۔

آج کے دن (۱۶ر دسمبر) ہمیں اپنے رب سے گڑگڑا کر اپنے گناہوں کی معافی مانگنی چاہیئے۔ شاید رب العزت کو ہم پر ترس آ جائے۔

اسی دن کے حوالے سے ہم اپنے حکمرانوں سے بھی گذارش کریں گے

(باقی ۲۳ پر)

اے اسلام کی بیٹیو!

تمہارے بڑھے ہوئے ناخن

کٹے ہوئے بال

اور

بے نقاب چہرہ اسلامی اصولوں سے بغاوت کی دلیل ہے

اخلاص

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اخلاص ایک حجام سے سیکھا ہے جب میں مکہ معظمہ میں تھا ایک حجام ایک خواجہ کی حجامت بنا رہا تھا۔ میں نے کہا کیا میرے بال بھی خدا کے لیے کاٹ دو گے؟ اس نے کہا "ہاں"۔

اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔ ابھی تک اس خواجہ کی حجامت پوری نہ بنی تھی کہ حجام نے اس سے کہا "آپ اُٹھ جائیے، کیونکہ جب خدا کا نام درمیان میں آ گیا میں نے سب کچھ پا لیا"۔

پھر مجھ کو بٹھایا، میرے سر کو بوسہ دیا اور میرے بال مونڈ دیے۔ اس کے بعد مجھے ایک کاغذ دیا جس میں ریزگاری تھی اور مجھ سے کہا "اس کو اپنی ضرورت پر خرچ کرنا"۔ میں نے جب اس کی یہ حالت دیکھی تو نیت کی کہ اول جو کشائش مجھے نصیب ہو گی تو میں اس شخص کے ساتھ مروّت کروں گا۔ ابھی تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ لوگوں نے مجھے بصرہ سے اشرفیوں کی ایک تھیلی بھیجی۔ یہ تھیلی لے کر میں اس حجام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب میں نے تھیلی اسے دی تو اس نے کہا "یہ کیا ہے؟" میں نے کہا "میری نیت یہ تھی کہ جو مجھے اول کشائش ملے گی وہ میں تجھے دوں گا"۔ یہ سن کر اس نے مجھ سے کہا:-

"تجھے خدا سے شرم نہیں آتی؟ تم نے مجھے کہا تھا کہ خدا کے لیے میری حجامت بنا دے اور اب یہ کیا لے کر آیا ہے؟ بھلا تو نے کہیں یہ دیکھا ہے کہ کوئی شخص خدا کے لیے کام کرے اور عوضانہ طلب کرے"۔

مجلسِ ذکر

ضبط و ترتیب: علوی

کل کی تیاری

پیرِ طریقت حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی

بعد از خطبہ مسنونہ:-

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:-

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ

محترم حضرات و معزز خواتین! دنیا کا سلسلہ ایسا ہے کہ یہاں جو آیا وہ چلا گیا۔ کل وہ آج ہماری باری ہے مشکل یہ ہے کہ ہم میں سے ہر شخص اپنی زندگی میں دسیوں جنازے پڑھتا اور اپنے عزیزوں، اہلِ تعلق اور دوسروں کو ہزاروں من زمین میں دفن کرتا ہے لیکن اس کے باوجود اپنے اس انجام سے غافل رہتا ہے۔ اور یہ بات میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ اگر اپنے اس انجام کا احساس ہو تو ہماری زندگی کے طور طریق اور ہوں — حضور نبی کریم محمد عربی صلوات اللہ تعالےٰ علیہ و سلامہ کے ارشاد کے مطابق ہر شخص کو اپنی نماز اس طرح پڑھنی چاہیئے کہ وہ یہ احساس کرے کہ یہ میری زندگی کی آخری نماز ہے۔ "صلوٰۃ مودّع"۔ لیکن اب حال یہ ہے کہ نماز اوّل تو پڑھنے والے کتنے ہیں؟ اور جو پڑھتے ہیں ان کا حال یہ ہے کہ نماز اس طرح پڑھتے ہیں کہ دنیا کے سارے معاملات اسی میں طے کر لیتے ہیں — یہ صورت حال ساری افسوسناک ہے اور اسی پر بس نہیں، بلکہ ہر شخص زندگی کے ایک ایک معاملہ میں خرابیوں کا شکار ہے۔ آج ہر شخص کمائی میں لگا ہوا ہے۔ حالت تو یہ ہے کہ جب مرتا ہے تو چند گز کپڑا اور چند گز زمین مقدر سے نصیب ہوتی ہے۔ باقی رشتہ دار اور اعزہ مزے اڑاتے ہیں، ان کے گلچھروں کا اہتمام ہو جاتا ہے۔ بھگتے گا وہ جس نے کسی حدود و تمیز کے بغیر کمائی کی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ معلوم نہیں کہ اس حال کی کمائی کا حساب ہو گا کن ذرائع سے کمایا؟ کہاں خرچ کیا؟ ایک ایک بات کی پوچھ ہو گی۔

عزیزانِ گرامی! فکر کریں اپنے ذرائع آمدنی کا جائزہ لیں۔ اس کے بعد اس کے مصارف کی فکر کریں۔ حالت یہ ہے کہ آج ہمیں اپنے بھائی بندوں کی پریشانیوں، بھوک اور افلاس کا ذرہ برابر لحاظ نہیں۔ حالانکہ ہم سب اللہ کی مخلوق اور اس کا کنبہ ہیں اس نے ہمیں ایک دوسرے کی خیر خواہی و بھلائی کی خاطر پیدا کیا لیکن ہم ایسے ہیں کہ توبہ بھلی! ہمارے پڑوس میں لوگ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاتے ہیں لیکن ان کی کوئی خبر نہیں لیتا۔ یہ سب باتیں سوچنے کی ہیں ہمیں احساس کرنا چاہیئے کہ ہم نے مرنا ہے، اللہ کے حضور پیش ہونا ہے۔ قبر کے المناک دَور سے گذرنا ہے اور پھر حشر کے اندوہناک حالات سے گذرنا ہے۔ ایک ایک قدم پر تنہائی ہو گی، کوئی مونس، کوئی غمخوار، کوئی خیر خواہ نہ ہو گا۔ اعزہ و اقرباء بھاگ جائیں گے۔ مال و دولت کسی کام نہ آئیں گے ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ۔ ایک ایک نعمت کا سوال ہو گا۔ مال و دولت، عمر، جوانی۔ علیٰ ہذا القیاس! کیا بنے گا؟ اس عدالت سے کیسے رستگاری ہو گی؟ آئیں اللہ تعالےٰ کے خوف کو اپنے دل میں جگہ دیں اور حضور علیہ السلام کی سیرت کو اپنائیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے آپ سب کو سلامتی کی راہ پر چلائے اور ایمان کی موت نصیب فرمائے۔

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب : علوی

سیرتِ رسولؐ اور قرآن عزیز

نام و نسب اور وطن و زمانہ

○ جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عُبَید اللہ انور مدّظلہم ○

بعد از خطبہ مسنونہ :-

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :——

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ـ

(صدق اللہ العلی العظیم)

محترم حضرات و معزز خواتین! سورۂ فتح کے آخری رکوع کی ایک آیت کا ٹکڑا عرض کیا ہے "حضور علیہ السلام کی سیرت طیبہ قرآن عزیز کی روشنی میں" کا آج دوسرا خطبہ ہے جس میں آپؐ کے نام نامی، نسب گرامی، وطن اور زمانہ کا بیان ہوگا۔

نام مبارک

چار مقام قرآن کریم میں ایسے ہیں۔ جن میں آپؐ کے نام نامی "محمد" کی تصریح ہے۔ ایک تو یہی سورۂ فتح جس کی آیت آپ نے سماعت فرمائی۔ دوسرے سورۂ محمد جس کا دوسرا نام "القتال" ہے اس میں ہے کہ "جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل بھی کئے اور اس کلام پر بھی ایمان لائے جو محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل ہؤا اور وہ برحق ہے، ان کے پروردگار کی طرف سے"۔ تیسرا مقام سورۂ آل عمران رکوع ۱۵ میں ارشاد ہے "اور محمدؐ تو بس رسول ہیں ان سے قبل اور بھی رسول گذر چکے"۔ گویا آپؐ اللہ تعالےٰ کے قاصد ہیں، کوئی مافوق البشر ہستی نہیں۔ اور چوتھی آیت الاحزاب کی ہے جس میں نام پاک کے ساتھ اس عظیم اعزاز کا ذکر ہے جس کا عنوان ختم نبوّت ہے۔

اس کے علاوہ دوسرا ذاتی نام "احمد" ہے جو حضرت عیسٰی علیہ السلام کی خوش خبری کے طور پر سورۂ صف میں ہے اور جس کا ذکر پچھلے خطبہ میں ہو چکا۔

ان ذاتی ناموں کے علاوہ نذیر (ڈرانے والا) بشیر (خوشخبری دینے والا) انہی کے ہم معنی منذر اور مبشّر، شاہد، داعی الی اللہ، سراج منیر، مزمّل، مدثر، النبی الامی، مذکر (نصیحت کرنے والا) رحمۃ للعالمین اور خاتم النبیین کے صفاتی نام قرآن عزیز میں موجود ہیں۔ یہ آیات سورۂ مزمل، مدثر، الاحزاب، ہود، قٓ، النازعات، بنی اسرائیل، الاعراف، المائدہ، الحجر، سبا، الفرقان میں وارد ہیں جبکہ مجتبیٰ، مصطفیٰ، مطاع (جس کی اطاعت کی جائے) صادق، امین، مبلغ، معلم، مزکی، مرسل وہ اسمائے گرامی ہیں جو مختلف قرآنی قرآنی آیات سے مستنبط ہیں۔ رہ گیا النبی اور الرسول تو یہ بکثرت وارد ہیں۔

"عبد"

ان کے علاوہ ایک اور لفظ ہے جو مفہوم کے اعتبار سے عام ہے لیکن آپ کی خصوصی تکریم و تشریف کا جہاں ذکر ہے وہاں یہ بکثرت وارد ہؤا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا لقب خصوصی یہی ہے اور وہ ہے لفظ "عبد" جہاں آپؐ کی خصوصیت اور یگانگت کا ذکر ہے وہاں یہی لفظ ہے۔ قرآن کے سلسلہ میں کفار کو چیلنج ہے تو وہاں یہی لفظ ہے (البقرہ) سفر معراج و سیر آسمانی کا ذکر ہے تو اسی لفظ سے (بنی اسرائیل، النجم) اس کے علاوہ سورہ علق، جن، کہف، فرقان، حدید، انفال اور زمر میں خصوصی مقام پر اس لفظ

کا تذکرہ ہے اور حق بھی یہی ہے کہ بندگی اور عبدیت ہی سب سے بڑا اعزاز ہے۔ آج کل کی جہالت نے کچھ کا کچھ بنا دیا۔ ورنہ واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی عبدیت سے بڑھ کر کوئی عظمت و سعادت نہیں۔

دو نام ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ میں بھی شامل ہیں تو آپ کے لئے بھی ان کا ذکر ہے لیکن فرق یہ ہے کہ الف، لام کے ساتھ یعنی الرؤف، الرحیم ہوں تو اللہ تعالےٰ کے لئے بغیر اس کے حضور علیہ السلام کے لئے اور ذکر ہے سورۂ توبہ کے آخر میں۔

نسب گرامی

اسم ذاتی اور اسماء توصیفی پر اس مختصر گفتگو کے بعد اب نسب کی باری آتی ہے۔ سو ایک بات تو قرآن نے یہ کہی کہ آپ یتیم پیدا ہوئے۔ (الضحیٰ) دوسری بات یہ کہی کہ آپ نسلِ ابراہیمی سے پیدا ہوئے جیسا کہ پچھلے خطبہ میں تفصیل آ چکی۔ اس کے مطابق نسل ابراہیمی کی اسمٰعیلی شاخ کا ذکر خود قرآن کی اسی دعا میں موجود ہے اور بعض ائمہ نے سورۂ توبہ اور سورۂ شعراء کی آیات سے یہ استدلال کیا کہ آپ نفیس ترین اور شریف ترین گھرانوں میں پیدا ہوئے گویا اللہ تعالیٰ نے آپ کو عبادت گذاروں اور پارساؤں کے صلبوں اور پشتوں سے نکالا—

یہ تفصیل قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالےٰ کی معروف کتاب الشفا میں ہے جس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے۔ اور ایک حدیث ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور علیہ السلام سے فرمایا۔ میں مشرق و مغرب میں پھرا محمّد کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھرانے سے مقدس گھرانہ میں نے نہیں دیکھا۔

وطن عزیز

جس سرزمین پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی اس کے متعلق قرآن میں تصریح ہے کہ وہ خشک اور بے آب و گیاہ زمین تھی (سورہ ابراہیم) اور سورۂ بقرہ میں یہ دعا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اس کے باشندوں کے لئے امن اور رزق از قسم پھل کی دعا مانگی۔ یہ دعائیں یوں مقبول ہوئیں کہ قرآن نے اس شہر کو جس کا قدیم نام "بکّہ" (آل عمران) تھا بار بار البلد الامین اور البلد الحرام فرمایا۔ حجاز کے ایک دوسرے شہر کا قرآن میں یثرب (الاحزاب) کے عنوان سے ذکر ہے۔ اسی کا دوسرا قرآنی نام مدینہ ہے۔ جہاں آپ ہجرت کر کے تشریف لائے۔ مدینہ کا ذکر بھی الاحزاب میں ہے۔ اور جس آیت میں اس کا ذکر ہے وہاں سے یہ بھی علم ہوتا ہے کہ اسی شہر میں آپ کو معاندین پر غلبہ حاصل ہوگا۔

زمانہ

سن اور تاریخ کی بحث قرآنی اسلوب کے منافی ہے۔ قرآن ان چیزوں کا ذکر نہیں کرتا۔ تاہم آپ کے زمانہ کی تعیین کے چند واضح اشارے ہیں جو قرآن عزیز میں موجود ہیں۔ مثلاً سورۂ الاعراف رکوع ۹ میں واضح ہے کہ آپ کا زمانہ توریت و انجیل کے نزول کے بعد کا زمانہ ہے اور یہ وہ کتابیں ہیں جن میں آپ چھوڑ آپ کے رفقاء اور ساتھیوں کے اوصاف ذکر ہیں جیسا کہ سورۂ الفتح رکوع ۴ میں ہے ذالك مثلهم فی التوراة ومثلهم فی الانجیل۔

قرآن عزیز نے پیغمبروں کی تاریخ کا ذکر کرتے ہوئے واضح کیا۔ کہ آپ سے قبل کے نبیوں میں آخری نبی حضرت عیسٰی علیہ السلام ہیں اور ان کے اور آپ کے درمیان کوئی نبی نہیں انہوں نے آپ کے نام نامی "احمد" کی تعیین کے ساتھ آپ کی خوشخبری سنائی "ومبشرًا برسول یاتی من بعدی اسمه احمد"۔ اور قرآن نے یہ بھی بتلایا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام اور آپ کا زمانہ قریب نہیں لمبا وقفہ ہے۔ المائدہ رکوع ۳ میں "علی فترة من الرسل"۔ ارشاد فرمایا گیا ہے۔ اور اصطلاح میں "فترة" اس زمانہ کو کہتے ہیں جس میں کوئی نبی نہیں ہوتا آپ کے زمانہ کی تعیین کا ایک اشارہ مشہور سورۃ قریش میں ہے۔ جس میں فرمایا گیا ہے کہ یہ وہ وقت تھا جب

قریش کی سرداری مسلّم ہو چکی تھی۔ اور ان کے تجارتی قافلے شمال و مغرب اور جنوب و مشرق کی طرف جاتے تھے پھر ایک قدم آگے بڑھیں تو سورۃ قریش سے قبل سورۂ فیل ہے۔ جس میں خانہ کعبہ پر یمن کے بادشاہ ابرہہ کی لشکرکشی کا ذکر ہے اور تاریخ اسے ۵۷۰ء کا واقعہ کہتی ہے اور قرآنی اسلوب اس قصہ کو بعثت محمدی اور پیدائش محمدی کا بہت قریب دور کہتا ہے۔

الغرض کچھ نہ کچھ قرآن سے پتہ چلا — اب قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی قوٰی کی تکمیل ۴۰ سال پر ہوتی ہے۔ فلما بلغ اشدہ وبلغ اربعین سنۃ (الاحقاف رکوع ۲) تو تاریخ کی یہ روایت صحیح ٹھہری۔ کہ ۶۱۰ء میں جبکہ عمر مبارک ۴۰ برس ہو چکی تھی آپ کو نبوت سے سرفراز فرمایا گیا۔

وفات

سوانح کا آخری باب وفات ہوتا ہے۔ جو کتاب آپ پر نازل ہوئی اس میں آپ کی وفات کا ذکر تو نہیں ہو سکتا اشارے ضرور ہیں۔ پہلا اشارہ سورۂ نصر میں ہے جس میں اسلام کے پھیلنے اور بکثرت دائرۂ اسلام میں لوگوں کے آنے کا ذکر ہے اور یہ واضح ہے کہ یہ آخری سورۃ ہے اور اس کا زمانہ نزول ۱۰ھ ہے بعد اس کا بھی اخیر حصہ اسی طرح

الیوم اکملت لکم دینکم آخری آیت ہے جو اس بات کا اعلان ہے کہ بندے کا کام مکمل ہو گیا اور ڈیوٹی کی تکمیل کے بعد دنیا میں رہنا چہ معنی دارد، یہی وجہ ہے کہ روایات صحیحہ کے مطابق ۱۲ر ربیع الاول ۱۱ھ کو یقینی طور پر دنیا سے رخصت ہو گئے۔ فصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

حضرات محترم! آج کے خطبہ میں ہم نے قرآن کریم سے آپ کا نام، نسب، وطن اور زمانے کا ذکر کیا۔ آئندہ فضائل اور مشاغل کا ذکر ہوگا — آئیں اس عظیم نبی کی زندگی کو اپنا لیں اور کامیاب ہو جائیں — وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

بقیہ : رحمدلی

القلوب میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک آدمی شدت پیاس کی وجہ سے بے تاب راستہ میں جا رہا تھا کہ اچانک اس کا گذر ایک کنوئیں پر ہوا وہ اس کنوئیں میں اترا اور خوب پیٹ بھر کر پانی پیا۔ وہ باہر نکل آیا اچانک اس نے ایک کتا دیکھا کہ سخت پیاس اور پانی نہ ملنے کی وجہ سے تر زمین کو پریشانوں کی طرح چاٹ رہا ہے اس کے دل میں رحم آیا اور سوچا کہ جیسے مجھے پیاس لگی تھی ایسے ہی اسے بھی پیاس لگی ہوئی ہے چنانچہ اس نے ... موزہ اتارا اور کنوئیں سے پانی بھر کر اس پیاسے کتے کو پلا دیا۔ اللہ جل شانہٗ کو یہ ادا پسند آگئی اور اس شخص کو بخش دیا اور اس کے گناہ معاف فرما دیئے۔

ناظرین ذرا غور فرمائیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک پیاسے کتے کو پانی پلانے اور اس پر رحم کھانے کے سبب اس آدمی کو بخش دیا۔ کیا انسان اگر مسلمانوں پر رحم کھائے تو اسے نہیں بخشا جائے گا۔ اور اس پر رحم نہ کیا جائے گا۔ ضرور رحم کیا جائے گا۔ اور اس کی لغزشوں کو معاف کیا جائے گا۔ حضور رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رحم کرنے والوں پر اللہ تبارک و تعالیٰ رحم فرمائیں گے۔ تم زمین والوں پر رحم کرو۔ آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔ آپؐ نے فرمایا جو رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جائے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا اللہ آپ نے مجھے کس سبب کے لیے صفی بنایا اللہ نے فرمایا تیرے مخلوق پر رحم کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ رحیم و کریم ہے وہ جابر اور ظالم لوگوں کو کیسے پسند کرے گا یقیناً جو فرش والوں پر رحم کرے گا عرش والا اس پر رحم کرے گا۔

بقیہ : آدمیت سے بغاوت

نمونہ بننا تھا اور اس کی دعوت دینا تھا۔ برائی سے روکنا اور بھلائی کی طرف بلانا تھا۔ کنتم خیر اُمّۃٍ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر ط ...

قسط نمبر ۱

حضرت امروٹی قدس سرہٗ

(محمد موسےٰ بھٹو)

حضرت امروٹیؒ سے متعلق یہ مضمون روزنامہ جسارت کراچی کی چار قسطوں میں شائع ہوا۔ اس کا ایک حصہ ۱۱ر دسمبر سنہ ۱۹۸۱ کے شمارہ میں شائع ہو چکا ہے لیکن چونکہ وہ فوٹو پازیٹو صاف نہ پڑھا گیا اس لئے معذرت سے دوبارہ پیش خدمت ہے۔ (ادارہ)

قارئین جسارت کے لئے مولانا تاج محمود امروٹی کا نام شاید نیا ہو۔ اس کا سبب یہ ہے کہ قومی ہیروز کو متعارف کرانے اور قومی سطح پر ان کا کردار نمایاں کرنے میں اب تک کوئی ٹھوس کوشش نہیں کی گئی۔ حقیقت یہ ہے کہ سندھ میں تحریک آزادی کی کوئی تاریخ اس وقت تک نامکمل تصور ہو گی جب تک اس میں مولانا تاج محمود امروٹی کا ذکر نہ ہو۔ سندھ کے طبقہ علماء و مشائخ میں مولانا تاج محمود امروٹی کا نام سرفہرست ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ اسلام سے محبت و وابستگی، دین کے انقلابی تصور کے فروغ، بدعات و منکرات کے خاتمہ، غیر مسلموں میں اسلام کی تبلیغ اور قومی تحریکات میں بھرپور حصہ لینے کے معاملہ میں سندھ میں گذشتہ ایک صدی میں طبقہ علماء میں مولانا موصوف جیسی قدآور شخصیت کوئی دوسری نظر نہیں آتی۔

مولانا موصوف کے اوراقِ زندگی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی سب سے بڑی خوبی (جس سے بڑے بڑے لوگ محروم رہتے ہیں) یہ تھی کہ جہاں ان کی ذاتی زندگی خدا خوفی، تقویٰ، ذکر و اذکار، تسبیح اور عبادات سے بھرپور تھی وہاں وہ امر بالمعروف اور اقامتِ دین کے معاملے میں بھی بہت آگے تھے۔ اسلام کی عائد کردہ انفرادی و اجتماعی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے سلسلہ میں موصوف توازن کا بہترین نمونہ تھے۔ مولانا تاج محمود امروٹی کی اتنی منفرد اور ہمہ گیر شخصیت کے باوجود افسوس یہ ہے کہ ان کی زندگی اور کارناموں پر کوئی کتاب موجود نہیں ہے۔ "الوحید" کے ریکارڈ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا دین محمد وفائی اور مولانا عبدالکریم چشتی نے الگ الگ موصوف کی زندگی پر کتابیں لکھنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا لیکن ان کا یہ ارادہ عملی صورت نہ اختیار کر سکا۔ اس کے بعد مولانا ابوبکر شبلی نے مولانا کی سوانح لکھنے کی کوشش کی لیکن وہ جلد ہی انتقال کر گئے۔ بعد ازاں لاڑکانہ کے ایک صاحب محمود شاہ نے مولانا تاج محمود امروٹی پر پی، ایچ، ڈی کا چھ سات سو صفحات کا مقالہ لکھا ہے لیکن بدقسمتی سے یہ مقالہ مولانا موصوف کے معجزات و کرامات اور کشف و الہامات پر مبنی ہے۔ مولانا نے سیاسی میدان میں کیا کردار ادا کیا۔ آزادی کی تحریکوں میں کیا حصہ لیا؟ یہ تفصیلات اس مقالے میں موجود ہی نہیں ہیں۔ شعبۂ سندھیالوجی جام شورو کے سربراہ ڈاکٹر غلام علی الانہ کی یہ بات بالکل درست ہے کہ اس مقالے میں مولانا کے قومی کردار کو نظرانداز کر کے ان کی ہمہ گیر شخصیت کو مجروح کیا گیا ہے۔

مولانا تاج محمود امروٹی ریاست خیرپور کے ایک چھوٹے سے قصبہ ویرانی میں ۱۸۵۷ء میں پیدا ہوئے۔ حسب و نسب کے لحاظ سے آپ سیّد تھے۔ آپ کا خاندان علاقہ میں رشد و ہدایت کا سرچشمہ رہا۔ آپ کے

والد مولانا سید عبدالقادر علاقہ کے جیّد عالم اور باعمل انسان تھے مولانا تاج محمود نے قرآن شریف کی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی اس کے بعد فارسی کی تعلیم کے لئے مولانا محمد قاسم المانوالے کے مدرسہ میں داخل ہوئے۔ درس نظامی کی تکمیل انہوں نے سندھ کے اس وقت کے مشہور عالم مولانا عبدالقادر پنوہاری (تحصیل روہڑی) سے کی۔ بعد ازاں پنجاب کے متعدد مدارس سے بھی انہوں نے فیض حاصل کیا۔

دینی تعلیم سے فراغت کے بعد روحانی فیض کے حصول کے لئے آپ نے مولانا محمود حسن کی خدمت میں حاضر ہونے کا فیصلہ کیا۔ لیکن متعدد اسباب کی وجہ سے آپ وہاں جانے کے بجائے سندھ کے ممتاز روحانی پیشوا حافظ محمد صدیق بھرچونڈی (ضلع سکھر) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حافظ محمد صدیق حضرت سید احمد شہیدؒ کی تحریک سے متاثر تھے اور ان کی فکر سے زیادہ قریب تھے۔ وہ سوئی والے بزرگ کے خلیفہ تھے اور سوئی والے بزرگ پیر صبغت اللہ پاگاڑہ کے والد پیر محمد راشد کے مرید تھے۔ مولانا تاج محمود امروٹی چالیس دن تک، دوسری روایت کے مطابق ڈھائی ماہ تک حافظ محمد صدیق کی خدمت میں حاضر رہے اور ان سے فیض حاصل کرتے رہے۔ بھرچونڈی میں قیام کے دوران مولانا عبیداللہ سندھی مسلمان ہونے کے لئے حضرت حافظ محمد صدیق کے ہاں آئے ہوئے تھے مولانا تاج محمود امروٹی اور عبیداللہ سندھی کے باہمی تعلقات وہیں استوار ہوئے۔

حافظ محمد صدیق نے مولانا تاج محمود کی تربیت کے بعد انہیں امروٹ جاکر وہاں لوگوں کی تعلیم و تربیت، بدعات کے خاتمہ اور دعوت رجوع الی اللہ شروع کرنے کا حکم دیا۔ امروٹ، لاڑکانہ اور سکھر کے درمیان واقع ہے۔ وہاں مولانا تاج محمود امروٹی کے خاندان کی قبریں واقع تھیں۔ ان کے بزرگ پہلے عرب سے ہجرت کرکے یہاں آباد ہو گئے تھے۔ بعد میں وہ خیرپور کی طرف چلے گئے۔ یہ قبریں شرک، بدعات اور منکرات کا مرکز بن گئی تھیں۔ امروٹ روانہ کرتے وقت حضرت حافظ محمد صدیق نے ان کی مدد کے لئے دو مرید ان کے ہمراہ کر دئے تھے۔ مولانا تاج محمود نے امروٹ آکر جب یہ دیکھا کہ بزرگوں کی یہ قبریں شرک اور بت پرستی کا مرکز بن گئی ہیں۔ بھنگ، چرس اور دوسری بہت ساری خرابیاں یہاں ہو رہی ہیں تو پہلے انہوں نے کئی روز تک اس صورت حال پر غور کیا پھر اپنے مریدوں کی مدد سے چرس اور بھنگ پینے والوں کو مار بھگایا اور بھنگوروں کے اس مرکز پر ایک کچی مسجد بنانی شروع کر دی۔ مسجد کی تعمیر کے لئے انہوں نے کچھ اینٹیں خود اپنے ہاتھ سے بنائیں ان کے دونوں مرید انہیں مٹی دے دیتے تھے وہ اینٹیں بناتے جاتے تھے۔ اس طریقے سے یہ مسجد تیار ہوئی۔ مسجد کے ساتھ مدرسہ بھی تعمیر کیا گیا۔

مولانا تاج محمود امروٹی کئی ماہ تک اپنے دونوں رفقاء اور طلبہ کے ساتھ انتہائی عسرت اور فاقہ کشی کے ساتھ زندگی گذارتے رہے، روزگار کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ گوٹھ کے نیک وڈیرے مستی خان نے کوشش کی کہ مولانا موصوف ان کی مالی امداد قبول کر لیں لیکن مولانا اس مرحلہ پر دوسروں کی امداد قبول کرکے اپنے کام میں ان کی مداخلت اور اثر اندازی نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔ اس لئے امداد قبول نہیں کی۔ کچھ عرصے کے بعد جب آپ کے ہاں خاصے طلبہ اور سالک آنے لگے اور اور آپ لوگوں کی توجہ کا مرکز بن گئے تو آپ نے اپنی نگرانی میں اپنے خادموں سے زمین آباد کرائی اور فصل سے گزارہ کا انتظام کیا۔

آپ ۱۳۰۰ھ میں امروٹ آئے تھے سات آٹھ سال تک آپ نے جس خلوص، محنت اور مادی اور دنیاوی مفادات سے بے نیاز ہوکر دعوت دین کا کام کیا۔ اس کے اثرات پورے علاقہ میں تیزی کے ساتھ پھیلے اور لوگ آپ کی طرف رجوع کرنے لگے۔ دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہو کر ۱۳۰۸ھ میں مولانا عبیداللہ سندھی جب سندھ واپس آئے تو ان کے مرشد حضرت حافظ محمد صدیق انتقال کر چکے تھے۔ چنانچہ موصوف مولانا تاج محمود امروٹی کے پاس امروٹ آئے اور یہیں درس و تدریس

کا کام شروع کر دیا۔ مولانا عبیداللہ سندھی سات سال تک امروٹ میں رہے۔ مولانا عبیداللہ سندھی کا یہ وہ دَور تھا جب وہ جدید تہذیب اور اس کے اثرات سے متاثر نہیں ہوئے تھے۔ مولانا عبیداللہ سندھی نے حافظ محمد صدیق کے انتقال کے بعد مولانا تاج محمود امروٹی کو ہی اپنا روحانی مرشد تسلیم کیا اور اس سلسلہ میں وہ اپنی ذاتی ڈائری میں لکھتے ہیں

"میں شوال ۱۳۰۸ھ میں سیدالعارفین، حضرت حافظ محمد صدیق بھرچونڈی کے دوسرے خلیفہ حضرت مولانا ابوالحسن تاج محمد امروٹی کی طرف امروٹ ضلع سکھر چلا گیا۔ آپ نے اپنے مرشد کا وعدہ پورا کیا۔ آپ میرے لئے باپ کی طرح تھے۔ آپ نے میرا نکاح سکھر میں اسلامیہ سکول کے معلم مولوی محمد عظیم خاں یوسف زئی کی بیٹی سے کرایا۔ میری والدہ کو بھی بلایا جو آخر تک میرے ساتھ رہیں۔ آپ نے میرے مطالعہ کے لئے ایک بہت بڑا کتب خانہ جمع کیا میں ۱۳۱۵ھ تک نہایت اطمینان سے مطالعہ میں مصروف رہا۔"

(علماء حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے)

(ص ۱۲۱۳ مصنف مولانا سید میاں)

مولانا تاج محمود امروٹی کے سامنے اصلاح و دعوت دین کا جو عظیم وسیع و ہمہ گیر پروگرام تھا۔ مولانا عبیداللہ سندھی کے امروٹ آجانے سے اس منصوبہ پر عملدرآمد میں بہت آسانی پیدا ہوئی چنانچہ مولانا عبیداللہ سندھی کے امروٹ میں قیام کے دوران جو کام ہوئے وہ یہ ہیں:-

امروٹ میں اسلامی اور دینی لٹریچر کی اشاعت کے لئے ایک پریس قائم کیا گیا۔ "اخوان المسلمین" کے نام سے مولانا امروٹی کی ادارت میں سندھی زبان میں ایک ماہانہ رسالہ شائع کیا گیا اس وقت سندھ کی حالت یہ تھی کہ پریس اور نشر و اشاعت کے تمام ذرائع پر ہندوؤں کا قبضہ تھا۔ مسلمانوں کی تمام مذہبی کتابیں قرآن مجید سمیت ہندو پریسوں میں ہندوؤں کی سرپرستی میں شائع ہوتی تھیں۔ ان حالات میں امروٹ جیسے چھوٹے قصبے میں مسلمانوں کے پریس کا قیام ایک انقلابی اقدام نظر آتا تھا۔ اس پریس سے مولانا امروٹی کا قرآن مجید کا سندھی ترجمہ سورہ رحمٰن اور سورۂ یاسین کی سندھی تفسیر اور دوسری کئی دینی کتابیں شائع ہوئیں۔ مولانا کے اس سندھی ترجمہ قرآن کی یہ خاصیت ہے کہ یہ انقلابی انداز سے لکھی گئی ہے اور جہاد کے پہلو کو نمایاں انداز سے پیش کیا گیا ہے۔ سندھ تحریک اسلامی کے ممتاز بزرگ لیڈر مولانا جان محمد بھٹو کا کہنا ہے کہ سید مودودی کی کتابوں سے متاثر ہونے سے پہلے مجھے دین کا انقلابی تصور مولانا تاج محمود کے ترجمہ قرآن سے حاصل ہوا تھا۔

مولانا تاج محمود امروٹی کے زیر ادارت نکلنے والے ماہانہ سندھی رسالے "اخوان المسلمین" نے اس زمانے میں سندھ کے اندر سیاسی بیداری پیدا کرنے اور دین کے فروغ کے لئے اہم کردار ادا کیا۔ لیکن بدقسمتی سے یہ رسالہ تین سال سے زیادہ نہ چل سکا۔

اشاعت اور طباعت کے علاوہ دوسرا کام معیاری دینی درسگاہ کا قیام تھا۔ اس وقت دینی مدارس کے نقطۂ نگاہ سے سندھ کی حالت بہتر نہیں تھی۔ علمی لحاظ سے پورے صوبے میں کوئی بھی مرکزی دینی درسگاہ نہیں تھی۔ قصبات اور شہروں میں چھوٹے چھوٹے مدارس تھے لیکن ان کا باہمی ربط نہیں تھا اور ان کا وجود کسی مدرس یا مولوی کی ذاتی جد و جہد کا مرہون منت ہوتا تھا جونہی وہ شخصیت اس کام سے سبکدوش ہوتی تو مدرسہ کا نظام ختم ہو جاتا۔ پھر ان مدارس کا نصاب پرانا تھا۔ اس لئے سندھ کے دینی مدارس کے طلبہ میں کسی قسم کی ذہنی بیداری لانا مشکل ہو گیا تھا۔

ان حالات میں مولانا امروٹی اور مولانا سندھی دونوں کا خیال تھا کہ سندھ میں ایک مرکزی دینی درسگاہ قائم کی جائے۔ اس درسگاہ کے نصاب میں شاہ ولی اللہ کی تصانیف کو بنیادی اہمیت حاصل ہو تاکہ ان کے فلسفہ کے ذریعہ اسلام کا فکری و عملی انقلاب لایا جاسکے چنانچہ اس مقصد کے لئے امروٹ میں کام شروع کر دیا گیا۔ اس درسگاہ کے نصاب میں حدیث، تفسیر اور شاہ ولی اللہ

کی تصانیف کو بھی شامل کیا گیا۔ اس درسگاہ میں سب سے زیادہ فکری جلا پر زور دیا جاتا تھا۔ درس و تدریس کا مقصد طلبہ میں احیائے دین اور حریت وطن کی روح پیدا کرنے کی کوشش ہوتی تھی۔

مولانا امروٹی مفسر قرآن تھے، انہیں قرآن کی تعلیمات، تفسیر و تشریح پیش کرنے کا جنون کی حد تک جذبہ تھا اور مولانا عبیداللہ سندھی بھی شیخ الہند کے فیض یافتہ تھے۔ چنانچہ ان دونوں کی کوششوں سے سندھ اور بیرون سندھ سے اس درسگاہ میں سینکڑوں طلبہ استفادہ کے لئے آتے رہے۔ مولانا عبدالعزیز تھرچانی، مولانا احمد علی لاہوری، مولانا درخواستی، مولانا خوشی محمد لاڑکانوی، مولانا عبدالقادر دین پوری، مولانا عبداللہ، مولانا حماداللہ ہالیجوی جیسے ممتاز عالم اس درسگاہ کے فیض یافتہ ہیں۔

مولانا عبیداللہ سندھی کی معرفت مولانا محمود حسن اور مولانا تاج محمود امروٹی کا تعارف ہوا۔ بعد ازاں مولانا محمود حسن دوبارہ امروٹ تشریف لائے۔ اسی طرح مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا اشرف علی تھانوی بھی امروٹ تشریف لائے تھے۔ (ملاحظہ ہو ماہنامہ الرحیم، ستمبر ۱۹۶۳ء)

لیکن افسوس ہے کہ مولانا عبیداللہ سندھی سات سال قیام کے بعد ۱۳۱۵ھ میں امروٹ چھوڑ کر ضلع حیدر آباد میں پیر جھنڈے کے مدرسے چلے آئے۔ جس کی وجہ سے مولانا امروٹی کو اپنے بہت سارے کاموں اور ذمہ داریوں کے ساتھ تنہا اس مدرسے کی مرکزی حیثیت قائم رکھنا مشکل ہو گیا۔ دراصل مولانا عبیداللہ اور مولانا امروٹی کے درمیان طریق کار میں اختلاف پیدا ہو گیا تھا مولانا عبیداللہ سندھی کا نقطہ نظر تھا کہ ہمیں مدرسہ کے ساتھ ایک اسی نوعیت کا ہاسٹل بھی قائم کرنا چاہیئے۔ کہ جدید نوجوان طبقہ مدرسہ کی طرف متوجہ ہو سکے۔ ان کا کہنا تھا کہ اگر مدرسوں کا قدیم سسٹم موجود رہا اور مدارس نے نئے حالات کا ساتھ نہ دیا تو خوشحال خاندانوں کا پورا طبقہ جدید انگریزی تعلیم کی طرف چلا جائے گا۔ قدیم تعلیم غریب اور نادار طبقہ کے لئے ہی مخصوص ہو کر رہ جائے گی۔ چنانچہ خوشحال خاندانوں کے لئے مدرسے کے قیام میں کشش پیدا کرنے کے لئے جدید طرز کے ہاسٹل کا قیام ضروری ہے۔

مولانا امروٹی متعدد اسباب کی وجہ سے ان کے اس نقطۂ نظر کا ساتھ نہ دے سکے۔ ان کا خیال تھا کہ دینی مدارس کا سسٹم دنیا سے بیزاری اور سادگی سے وابستہ ہے۔ اگر اس سسٹم سے سادگی ختم کر دی گئی ہے تو دینی مدارس کی اصل روح نکل جائے گی اور یہاں بھی طلبہ اور اساتذہ کے اندر دنیا یا دین کی دوڑ شروع ہو جائے گی اور دین کی خدمت کی بجائے سامانِ زندگی جمع کرنے کا جنون پیدا ہو جائے گا۔ اس لئے مدرسوں کے نظام میں ٹھاٹھ باٹھ پیدا کرنا چاہیئے۔

مولانا امروٹی ان کے نقطۂ نظر کے اس لئے بھی قائل نہ ہوئے کہ لوگوں کی تربیت و تزکیہ کے لئے جو خانقاہ انہوں نے امروٹ میں قائم کی تھی اس کی بنیاد فقر و فاقہ اور صبر و قناعت پر تھی۔ ایک طرف ان کے متوسلین و مریدین کا یہ طرز زندگی دوسری طرف مدرسہ کے طلبہ کے لئے جدید طرز کے ہاسٹل کا قیام یہ دونوں ایک دوسرے کے متضاد چیزیں تھیں۔ بہرحال ان وجوہ کی بناء پر ۱۳۲۵ھ میں مولانا عبیداللہ سندھی پیر جھنڈے کے ایماء پر ضلع حیدر آباد تشریف لے آئے۔

مولانا سندھی کے امروٹ چھوڑنے پر مولانا امروٹی کو سخت دکھ ہوا۔ آپ نے ان کو روکنے کی خاصی کوشش کی۔ لیکن مولانا سندھی اپنے عزم سے باز نہیں آئے۔ بالآخر مولانا امروٹی نے بادلِ نخواستہ ان کو الوداع کہا۔ پیر جھنڈہ میں قیام کے دوران بھی مولانا سندھی اور مولانا امروٹی کے درمیان سیاسی اور علمی روابط بدستور قائم رہے۔ (جاری ہے)

بہ سلسلہ مولانا ذوالفقار علیؒ

حافظ خالد محمود
ایم، اے

قسط نمبر

شیخ نہال احمدؒ

دارالعلوم کی پہلی مجلس شوریٰ میں مندرجہ ذیل حضرات تھے:۔

مولانا محمد قاسم، مولانا مہتاب علی (مولانا ذوالفقار علی کے بڑے بھائی اور مولانا محمد قاسم نانوتوی کے استاد) مولانا ذوالفقار علی، حاجی عابد حسین، مولانا فضل الرحمٰن (والد مولانا شبیر احمد عثمانی) منشی سید فضل حق اور شیخ نہال احمد۔

شیخ نہال احمد دیوبند کے عثمانی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ دیوبند کے بہت بڑے اور ذی اثر رئیس تھے۔ شیوخ عثمانی میں ان کے بعد پھر کوئی ایسا شخص نہیں گزرا۔ ان کی سخاوت و فیاضی کے واقعات دیوبند میں زبان زد خاص و عام ہیں۔ دارالعلوم سے مخلصانہ تعلق تھا۔ مولانا مہتاب علی سے شیخ نہال احمد، مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا ذوالفقار علی، شیخ کرامت حسین کی بیٹھک (جو بعد میں شیخ نہال احمد کی بیٹھک قرار پائی) میں اکٹھے پڑھتے رہے ہیں۔ گذشتہ صفحات میں اس کا قدرے ذکر ہو چکا ہے — (تاریخ دیوبند از محبوب رضوی، اور تاریخ دیوبند ۱۳۷۲ھ / ۱۹۵۲ء صـ ۱۲۵-۱۲۶)

مولوی عبدالاحد

مولوی عبدالاحد مالک مطبع مجتبائی دہلی سے مولانا ذوالفقار علی کے دوستانہ مراسم تھے۔ مولانا ذوالفقار علی کی تصانیف آپ ہی کے مطبع میں طبع ہوتی رہی ہیں۔ اور حقوق اشاعت صرف مولوی عبدالاحد کے پاس تھے۔ مولانا ذوالفقار علی کی تصنیفات کے ابتدا و آخر میں ان امور کا ذکر موجود ہے۔

حالاتِ زندگی

مولوی عبدالاحد مولانا محمد احسن نانوتوی کے ربیب تھے۔ اور ۱۸۵۰ء میں بنارس میں پیدا ہوئے۔ مولوی عبدالاحد کی تمامتر تعلیم و تربیت مولانا محمد احسن نانوتوی نے کی۔ مولوی عبدالاحد چودہ سال کی عمر میں حفظ قرآن کریم سے فارغ ہوئے۔ مولانا محمد احسن نانوتوی سے درس نظامی کی تکمیل کی۔ ۱۸۶۹ء میں بریلی کالج سے انٹرنس پاس کیا ۱۸۷۰ء میں گورنمنٹ سکول بدایوں میں تھرڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ ۱۸۷۵ء میں الہ آباد یونیورسٹی سے وکالت کا امتحان درجہ اول میں پاس کیا۔ اسی سال انبالہ میں رسالہ ۱۵ بنگال میں ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ ۱۸۸۴ء میں ملازمت کا سلسلہ منقطع کر دیا اور میرٹھ میں وکالت شروع کر دی۔

۱۸۸۶ء میں مولوی عبدالاحد نے منشی ممتاز علی بن شیخ امجد علی سے مطبع مجتبائی دہلی پانچ سو روپے میں خریدا۔ اس مطبع کو مولوی عبدالاحد نے بہت ترقی دی اور دراصل یہی مطبع ان کی شہرت و نیک نامی اور دولت و امارت کا باعث ہوا۔

مطبع مجتبائی میں نہایت مستند علماء، تصحیح و تالیف اور حواشی کا کام انجام دیتے رہے۔ مولانا محمد احسن نانوتوی، مولانا محمد منیر نانوتوی، مولوی نظام الدین کیرانوی کے نام قابل ذکر ہیں۔

۲ر دسمبر ۱۹۲۰ء کو مولوی عبدالاحد کا انتقال ہوا۔ (تلخیص از مولانا محمد احسن نانوتوی از محمد ایوب قادری (مکتبہ عثمانیہ کراچی، بار اول ۱۹۶۶ء) صـ ۱۶۰-۱۶۵ و سوانح قاسمی جلد سوم از مولانا مناظر احسن گیلانی (ادارہ دارالعلوم دیوبند بغیر سال طباعت) صـ ۴۔

زندگی بے بندگی شرمندگی

تم اہلِ زمین پر رحم کرو
عرش بریں والا تم پر رحم کرے گا

رحمدلی

اپنے اور کسی پر رحم کرنا اتنا ضروری ہے کہ آدمی اس کے بغیر کم ازکم جنت میں دخول اولیٰ سے تو محروم ہو ہی جاتا ہے بلکہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے حصر کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ لَا یدخل الجنۃ الّا رحیم۔ جنت میں تو رحم کرنے والا ہی داخل ہوگا۔ صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے تو ہر کوئی رحیم ہے فرمایا رحیم وہ نہیں جو صرف اپنے ہی نفس پر رحم کھائے بلکہ رحیم وہ ہے جو اپنے اور غیر پر رحم کھائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صرف اپنے پر رحم کھانا چنداں کمال کی بات نہیں بلکہ دوسروں پر بھی رحم کھانا پورے کمال کی بات ہے مگر افسوس صد افسوس کہ دوسروں پر رحم کرنا تو بجائے خود رہا ہم اپنی جانوں پر بھی رحم نہیں کرتے اس سے زیادہ تباہ کن امر یہ ہے کہ اپنے پر رحم کرنے کے مفہوم سے بھی ہم ناآشنا ہیں۔ آج ہم نے اس کا مفہوم یہ سمجھ رکھا ہے کہ انسان اپنے شب و روز کو مال و دولت کی بہتات وکثرت دینوی عز و جاہ رہائشی، سفری سہولتیں حاصل کرنے میں صرف کرکے انہیں پالے تو گویا اس نے اپنے پر رحم کھایا۔ اپنے بیوی بچوں اعزہ و اقربا پر رحم کھایا حالانکہ من وجہہ ان چیزوں کے حصول سے اپنے کو اخروی مصائب کے سامنے پیش کرنا ہے اپنے پر رحم کرنے کے یہ معنی ہیں کہ انسان ترکِ معاصی اور توبہ کے ذریعے اپنے پر رحم کرے اور اصل رحم بھی یہی ہے۔ ترک معاصی، امتثال اوامر اور توبہ وغیرہ کے ذریعے انسان اپنے پر رحم کرے۔

غیر پر رحم کرنے کے معنی یہ ہیں کہ کسی مسلمان کو تکلیف نہ دے۔ جیساکہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْن مِنْ لِسَانِہٖ وَ یَدِہٖ کامل مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے کسی مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے۔ اعلیٰ درجہ تو یہ ہے کہ دوسروں کو نفع پہنچایا جائے۔ حتیٰ کہ اگر ہو سکے تو اپنی حوائج کو موقوف کرکے دوسروں کی حاجت برآری کی جائے۔ ایسے ہی لوگوں کی قرآن میں مدح کی گئی ہے۔ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِہِمْ وَلَوْ کَانَ بِہِمْ خَصَاصَۃٌ اس آیت کے مطابق ایک نہیں بلکہ متعدد مثالیں عہد صحابہ سے پیش کی جاسکتی ہیں اگر یہ نہیں ہو سکتا تو کم ازکم یہ ہے کہ کسی مسلمان سے دوسرے مسلمان بھائی کو تکلیف تو نہ پہنچے۔ شریعت نے تو ہمیں یہ بھی تعلیم دی ہے کہ (چوپاؤں) پر بھی رحم کرو۔ اور ان پر رحم یہ ہے کہ طاقت سے زیادہ ان کو تکلیف نہ دی جائے۔ ان کی بھوک پیاس کا خیال رکھا جائے۔ بموجب قول خداوندی

اِنَّ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْئٍ

اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے۔ کبھی چوپاؤں پر رحم کرنا۔ اپنے پر رحم کیے جانے کا موجب بن جاتا ہے امام غزالی علیہ الرحمۃ نے مکاشفۃ

(باقی ۸ پر)

سب سے بڑے گناہ ہیں

مسجد نبوی کا صحن جس کے بجری کے فرش پر آسمان کے تارے آنکھیں بچھا رہے ہیں۔ تمام آراتشوں زیباتشوں سے صاف ہے نور کا تڑکا ہے سپیدۂ سحری کے آثار افقِ سما پر نمودار ہو چکے ہیں یکایک حضرت بلالؓ محبوب حبیبِ ذوالجلال تشریف لاتے ہیں اور مسجد کے ایک گوشہ میں کھڑے ہو کر اذانِ فجر کہتے ہیں۔ آواز میں درد ہے سوز و گداز ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صوتِ سرمدی اور لحنِ داؤدی کے تمام تاثرات قدرت نے آپ کی آواز میں جذب کر دیئے ہیں۔ صبح کا سہانا وقت ہر طرف عام سناٹا ہر جانب ہُو کا عالم اس منظرِ خاموش میں حضرت بلال کی اذان دشت وجبل میں گونجتی ہوئی ایک طرف فضائے آسمان تک پہنچتی ہے۔ دوسری طرف مدینہ طیبہ کی تمام آبادی کو پیام بیداری دیتی ہے۔ میدان صحرا درختوں کی شاخوں پر عالم وجد میں سبوحٌ قدوسٌ کے نغمے گاتے ہیں۔ کبوترانِ حرم یاہو یاہو کا شور سناتے ہیں ادھر آپ کی زبان سے اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کے الفاظ ادا ہوتے ہیں اُدھر دلدادگانِ یادِ الٰہی دولتِ بیدار سے مالا مال ہوتے ہیں۔ چند ساعتیں نہیں گزری تھیں کہ مسجد مقدس و نورانی صورت نمازیوں سے پُر ہوگئی۔ اصحاب کرامؓ سنتوں سے فارغ ہو کر خوش مراقب اور اوراد و وظائف میں مشغول ہیں۔ یکایک تجلیاتِ نبوت کی شعاعیں چمکیں حجرۂ مبارک کا پردہ اٹھا۔ نورِ مجسّم رحمتِ عالم امام الانبیا جلوہ افروز ہوتے۔ حضور کی امامت میں نمازِ فجر تمام حاضرین نے ادا کی۔ دعا کے بعد حسبِ معمول تمام صحابہ تمام حاضرین مؤدب و خاموش اپنی اپنی جگہوں پر بدستور بیٹھے رہے۔ حضور رحمۃ للعٰلمین نے مصلّے پر رونق افروز رہ کر حاضرین کیطرف رُخِ مبارک فرمایا اداشناس سمجھ گئے کہ آج کوئی پیام امت کے نام نطقِ ہمایونی سے ارشاد ہوگا۔

حضرت سیدنا ابوبکر افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوئ حدیث ہیں فرماتے ہیں ہم لوگ حضورِ پرنور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ حضور علیہ السلام نے ہم مخاطب کرکے فرمایا (حاضرین) کیا میں تم کو سب سے بڑا گناہ بتاؤں۔ تین مرتبہ حضور نے اس کلمہ کا اعادہ فرمایا۔ ارشاد فرمایا (اے میرے اصحاب اے میری اُمّت کے لوگو! یاد رکھو سب سے بڑے گناہ یہ ہیں):۔ (۱) خدا کے ساتھ کسی کو شریک کرنا۔ (۲) ماں باپ سے نافرمانی کرنا۔ (۳) جھوٹی گواہی دینا یا جھوٹ بولنا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ان الفاظ کے بیان کرنے سے پیشتر تکیہ کے سہارے سے بیٹھے تھے (اور جب ہم کو مخاطب کیا تو سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور خاص اہتمام کے ساتھ یہ الفاظ کہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم برابر ان الفاظ کو دہراتے رہے۔ یہاں تک کہ کئی بار آپ کی زبان سے یہ الفاظ سن کر ہم نے دل میں کہا کہ کاش اب حضور خاموش ہو جاتے۔

اس پیامِ ہدایت انجام میں حضور ہادئ اسلام نے مسلمانانِ عالم کو جو پاکیزہ تعلیم گناہوں سے بچنے کی دی ہے وہ اصلاحِ زندگی کے لئے نہایت اہم ہے۔ اگر انسان کی زندگی کا تجزیہ کیا جائے تو اس کے تین جزو ہو سکتے ہیں۔ ایک جزو جو سب سے اہم اور اقدام ہے وہ انسان اور خدا یا عبد و معبود یا خالق و مخلوق کا ہے دوسرا جزو انسان کا تعلق دوسرے انسان کے ساتھ اس جز میں جب وقت انسان ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے تو اس کے نظر و ذہن میں دنیائے انسانیت صرف آغوشِ مادر یا دوشِ پدر تک محدود ہوتی ہے اور ماں باپ کے ہی ظلِّ عاطفت میں اس کی ہمہ قسم کی تعلیم و تربیت ہوتی ہے اس لئے اگر انسان اپنے والدین کے حقوق کو نظر انداز کر دیتا ہے تو پھر دوسرے لوگوں کے حقوق کی نگہداشت کا وہ اہل ہو ہی نہیں سکتا۔ زندگی کا تیسرا جز انسان کے ذاتی اخلاق کی اصلاح ہے۔ اس ضمن میں معصیت و گناہ کا سرچشمہ دروغ گوئی اور حلافی ہے اگر انسان محض جھوٹ بولنا ترک کر دے تو اس سے تمام افعالِ قبیحہ ترک ہو

پردہ اور انگریز

ایک شخص پردے کے خلاف لیکچر دے رہا تھا کہ ایک شخص نے درمیان میں کہا کہ آپ پہلے اپنی بیوی کو پردے سے نکالیے۔ گھر گئے اور اپنی بیوی کو بے پردگی پر راضی کر کے نکال لائے۔ مگر کپڑے اسی طرح ہندوستانی طرز کے تھے۔ ایک مرتبہ سفر پیش آیا ریل میں فرسٹ کلاس میں سفر کیا۔ اس لئے کہ بڑے آدمی تھے۔ ایک اسٹیشن پر کسی چیز کی ضرورت ہوئی تو خاوند صاحب وہ چیز لینے گئے۔ اور وہاں پر ایک انگریز بڑا افسر اس درجے میں آکر بیٹھا۔ اس نے عورت کو دیکھ کر کہا کہ تم بازاری عورت ہو، تم اس درجے میں کیوں بیٹھی ہو۔ کسی دوسری جگہ جاؤ۔ تو اس عورت نے کہا۔ میں بازاری نہیں ہوں، گھروالی عورت ہوں۔ اس بات پر جھگڑا ہو رہا تھا کہ خاوند صاحب تشریف لے آئے۔ انھوں نے بھی اس انگریز سے کہا یہ میری منکوحہ ہے۔ اس انگریز نے کہا، ہم کو اس ہندوستان میں اتنا عرصہ گزر گیا مگر ہم نے کبھی کسی شریف عورت کی شکل نہیں دیکھی، تم جھوٹ بولتے ہو اور اس بازاری عورت کو تم ساتھ لے جا رہے ہو۔ یہ صاحب اسٹیشن ماسٹر کو بلا لائے انھوں نے ان کے میاں بیوی ہونے کی تصدیق کی۔ اس انگریز نے پھر کوئی جھگڑا تو نہیں کیا۔ مگر نفرت کا اظہار کر کے دوسرے ڈبہ میں جاکر بیٹھ گیا۔ غور کیجئے ایک انگریز بے دین بے باک مگر اس کو اس قدر غیرت آئی کہ ہندوستانی شریف عورت اس طرح کیوں بے محابا پھرتی ہے۔ اپنی عورت کے لئے تو اس بے حجابی کو گوارا کر لیا۔ مگر ہندوستانی عورت کے لئے گوارا نہیں کیا۔

ملفوظ مولانا اشرف علی تھانوی

سکتے ہیں۔

حضور ہادی انام کے اس پیام کی اگر وضاحت کی جاتے تو مضمون نہایت طویل ہو جاتے گا۔ تاہم بعض ضروری امور قابلِ تذکرہ ہیں۔ وہ پیش کئے جاتے ہیں۔

حدیث کے الفاظ میں پہلا جز خدا کو واحدہٗ لاشریک لہٗ جاننا اور کلمۂ توحید پر ایمان لانا ہے یہ حقیقت ہے کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک کرنا وجہِ اتلافِ ایمان اور ارتکابِ شرک ہے۔

الحمدللہ کہ ہادیٔ اسلام نے کفر و شرک کی نجاستوں سے پاک کر کے سچا مومن اور موحد بنایا۔ مسلمان کے حاشیۂ خیال میں شرک کا واہمہ پیدا نہیں ہو سکتا کیونکہ ہمیں اللہ کے محبوب نے توحیدِ اسلام کی وہ پاکیزہ تعلیم دی ہے جس کے حدود تک شرک کا گزر ہی نہیں ہو سکتا ہے۔ قرآن عظیم اور احادیث نبی کریم نے نہایت وضاحت کے ساتھ ایمان و اسلام توحید و رسالت کی تعلیم پیش کی ہے قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے آمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ایمان یہی ہے کہ رسول اور جو کچھ رب تعالےٰ کی طرف سے ان پر نازل کیا گیا (قرآن) اس کی تصدیق کی جاتے۔ علیٰ ہٰذا اس قسم کی بکثرت آیات قرآنِ مبین میں موجود ہیں۔ اسی طرح احادیث میں ایمان اور توحید باری کی تعریف جس قدر کی گئی ہے اس کا خلاصہ اسلام کا کلمۂ توحید

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔

صحیح حدیث میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں (ایک سفر میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی سواری پر حضورؐ کے پیچھے سوار تھا۔ اور میرے اور حضورؐ کے درمیان صرف کجاوہ کی آخری لکڑی حائل تھی کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا معاذ بن جبل میں نے عرض کیا حاضر ہوں یا رسول اللہ میں حاضر ہوں، تھوڑی دور چلنے کے بعد پھر حضورؐ نے ارشاد فرمایا معاذ بن جبل میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں حاضر ہوں۔ تھوڑی دور چل کر پھر حضورؐ نے فرمایا معاذ بن جبل میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوں۔ تم جانتے ہو بندوں پر خدا کا کیا حق ہے۔ میں نے عرض کیا اللہ اور اللہ کا رسول ہی خوب جانتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا بندوں پر خدا کا یہ حق ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک قرار نہ دیں۔ تھوڑی دور اور چل کر حضور نے پھر ارشاد فرمایا معاذ بن جبل میں نے عرض کیا حاضر ہوں یا رسول اللہ میں حاضر ہوں۔ حضورؐ نے پوچھا تم جانتے ہو خدا پر بندوں کا کیا حق ہے جبکہ وہ خدا کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ سمجھیں میں نے عرض کیا خدا اور خدا کے رسول ہی واقف ہیں۔ فرمایا بندوں کا خدا پر یہ حق ہے کہ وہ اپنے بندوں پر عذاب نہ دے دوسری حدیث میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اس امر کی شہادت دے (یعنی زبان سے اقرار کرے اور اُسے سچ جانے) کہ خدائے واحد کے سوا کوئی معبود نہیں اور کوئی اس کا شریک نہیں اور یہ کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور یہ کہ عیسیٰ خدا کے بندے اور خدا کے رسول ہیں خدا کی بندی کے بیٹے اور خدا کا حکم ہیں جس کو خدا نے مریم کی جانب ڈالا اور خدا کی بھیجی ہوئی روح ہیں الخ۔

دوسرا سب سے بڑا گناہ حضور رحمۃ للعٰلمین صلے اللہ علیہ وسلم نے والدین کی نافرمانی کو بتایا قرآن عظیم میں ربِ تعالےٰ نے والدین کے حقوق کو بیان فرمایا۔ ادنیٰ درجۂ اطاعت والدین کا یہ بتایا کہ اولاد کو ہرگز ہرگز اتنی بھی اجازت نہیں کہ وہ اپنے والدین کی شان میں حرفِ اُف بھی زبان سے نکال سکیں۔ اسی ایک تنبیہ سے نتیجہ نکال لیجئے کہ والدین کی حقیقی عزت و عظمت کیا ہے۔

حضور پُرنور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے والدین کی اطاعت کی اپنی امت کو خاص ہدایت فرمائی۔ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کہتے ہیں ایک شخص حضورؐ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا سرکار کون شخص زیادہ موزوں ہے جس کی میں اطاعت کروں ارشاد فرمایا۔ تیری ماں چوتھی مرتبہ جب اس نے پھر یہی سوال کیا تو حضورؐ نے فرمایا تیرا باپ۔ ایک روایت میں ہے کہ حضورؐ نے پھر فرمایا تیرا قریبی عزیز پھر تیرا قریبی عزیز۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضورؐ کی خدمت میں ایک شخص نے حاضر ہو کر جہاد پر جانے کی اجازت طلب کی حضورؐ نے دریافت فرمایا تیرے ماں باپ ہیں اس نے عرض کی زندہ ہیں۔ فرمایا تو انہی کے حقوق ادا کرنے کی کوشش کر۔

ایک اور روایت میں ہے کہ ایک شخص نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں ہجرت اور جہاد پر بیعت کرنا اور خدا سے اس کا اجر حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کیا تیرے ماں باپ میں سے کوئی زندہ ہے اس نے عرض کی ہاں دونوں زندہ ہیں۔ حضورؐ نے اس سے پوچھا کیا تو خدا کے اجر کا خواستگار ہے اس نے کہا "ہاں" حضورؐ نے فرمایا اپنے ماں باپ کے پاس چلا جا اور اُن کی خدمت اچھی طرح سے کر۔

ایک حدیث میں حضورؐ نے نمازِ نفل وغیرہ سے والدین کی خدمت کو مقدم بتایا۔ ماں باپ کے دوستوں سے حسنِ سلوک کا حکم دیا۔ غرض احادیث نبویہ میں والدین کی خدمت کو اولاد کا اہم فریضہ قرار دیا گیا۔ اقتضائے فطرت و عقل بھی یہی ہے کہ جس ماں نے اولاد کی پرورش پر اپنی ساری زندگی کو تج دیا ہو اور اولاد انہی والدین سے بغاوت کرے۔ ...... اس سے زیادہ بدبختی و محرومیٔ اخلاق کیا ہو سکتی ہے۔

وہ لوگ جو نصیبِ دشمناں والدین کی عزت و عظمت کو نظر انداز کر دیں دوسرے انسانوں کے حقوق کو کیا خاک ادا کر سکتے ہیں۔ حقیقتاً والدین کی اطاعت ہی حقوق العباد کی واقفیت و ادائیگی کی بہترین تعلیم ہے اور والدین سے بغاوت ہی دنیا کا گناہِ عظیم ہے۔

تیسرا سب سے بڑا گناہ حضورؐ نے جھوٹ اور جھوٹی شہادت کو بتایا۔ یہ انسانی زندگی کا وہ بدترین عیب ہے جس کو ہر زمانہ میں ہر قوم و مذہب نے بُرا سمجھا۔ اگرچہ دورِ حاضرہ میں جھوٹ سب سے بڑا ہنر ہے سیاست کا کمال اور جہانبانی کی کلید محض نشرِ کذب و دروغ ہے،

ایک جھوٹ تو وہ ہے جو انسان جا وبے جا عادتاً ہر وقت بولتا ہے ایک دروغ وہ جو کسی مصلحتِ خاص سے بولا جاتے اس دروغ کو ایک فارسی مفکر نے دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز کہا۔ ایک دروغ جھوٹی گواہی دینا ہے۔ پیغمبر اسلام نے ان تینوں قسم کے جھوٹ کو سب سے بڑا گناہ قرار دیا ہے۔ اور اس کے مقابل صدق و راستی کی تعلیم دی۔

عظیم خطیب ۔ نقیبِ حریت ۔ میرِ کاروانِ تحریکِ ختمِ نبوّت

حضرت

مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

تحریر: حافظ محمد ابراہیم بندھانی ۔ صدر آغا شورش کاشمیری اکیڈمی ۔ کراچی

بطلِ حریت، خطیبِ ملت حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمتہ اللہ علیہ ۹ر ربیع الاول ۱۳۲۴ھ ملتان کے قصبے شجاع آباد کے ایک زمیندار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد جناب قاضی محمد امین صاحب نہ صرف بذاتِ خود عابد و زاہد اور متقی بلکہ آپ کا پورا خاندان ہی علم و عرفان کا گہوارہ تھا۔ قاضی احسان احمد صاحبؒ کھاتے پیتے خوشحال گھرانے کے اکلوتے چشم و چراغ تھے۔ ابتدائی تعلیم آبائی گاؤں میں حاصل کی۔ فرنگی اقتدار کے عنفوان کا زمانہ تھا۔ اور مستقبل کی یہ عظیم شخصیت ابھی اپنے معصوم بچپنے کی بہاروں کی منزلیں طے کر رہی تھی کہ اسی دوران فرنگی سامراج کے دشمن جان امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ جو ہندوستان کے چپے چپے کا طوفانی دورہ کر کے اپنی آتش بیانی و سحر آفرینی سے غلام قوم کے تن مردہ میں جہاد آزادی کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے سرگرم عمل تھے۔ ملتان تشریف لائے اور ایک عظیم جلسے سے خطاب فرماتے ہوئے جب آپ نے غیر ملکی حکمرانوں کے انسانیت سوز مظالم اور مسلمانوں کی مظلومیت و معصومیت کی روح فرسا داستان اپنے مخصوص و دلکش انداز میں بیان فرمائی تو اس سے متاثر ہو کر قاضی محمد امین نے اپنے ۱۸ سالہ نوجوان اکلوتے لختِ جگر احسان احمد کو کاروانِ آزادی کے بہادر سپہ سالار سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے حوالے کر دیا کہ "شاہ جی" آپ کو دینے کے لئے میرے پاس اس سے بڑھ کر اور کوئی شے نہیں" اور پھر دنیائے خطابت کے اس بے تاج بادشاہ کے فیضانِ صحبت اور نظر کی جولانیوں کی کرامات کے بدولت یہ نوجوان برصغیر پاک و ہند کے مطلع سیاست پر آندھی بن کر اٹھا اور گھٹا کی طرح چھا گیا۔ اور پھر فرنگی اقتدار کے اس سرفروش باغی اور بے مثال خطیب نے عاشقِ رسولؐ و قاطع شرک و بدعت کی حیثیت سے شہرت و مقبولیت عام حاصل کی قاضی صاحبؒ بلند اخلاق، درویش مزاج اور انتہائی رحم دل آدمی تھے۔

انہوں نے عمر عزیز کے نو سال قیدِ فرنگ میں گزار دیے!

آپ وضع قطع، رہن سہن اور روزمرہ زندگی کے معمولات میں محسنِ انسانیت، فخر کائنات خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ اور صحابہ کرامؓ کی سیرت اطہر کو کو ہمیشہ پیش نظر رکھتے اپنے کردار و گفتار کو حضور اکرمؐ کے ارشادات و تعلیمات کے مطابق ڈھالنے کی پوری کوشش کرتے مسلم لیگ کی تشکیل سے قبل مجلس احرار اسلام ہی وہ واحد جماعت تھی جو مسلمانوں کے حقوق و حفاظت دین اور آزادی وطن کے لئے تمام طاغوتی قوت کے خلاف ہر محاذ پر نبرد آزما تھی۔

اس جماعت کے اعلیٰ رہنما سے لے کر ادنیٰ رضا کار تک سب ہی آبروئے ملک و ملت پر مر مٹنے کے جذبہ ایمانی سے سرشار تھے۔ قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے دست حق پر بیعت کرنے کے بعد فرنگی اقتدار کو زمین بوس کرنے اور قوم کو غلامی کی لعنت سے چھٹکارا دلانے کا عزم صمیم کر کے سرفروشوں کے اس قافلے کے سپاہی بن گئے۔ اور پھر آپ اپنی خداداد صلاحیتوں کے باعث ضلع ملتان کی جماعتِ احرار کے صدر منتخب ہو گئے۔ قاضی صاحبؒ نے امیر شریعت کے ہمراہ نہ صرف پورے ہندوستان کا دورہ کیا۔ بلکہ متعدد بار قید و بند کی صعوبتیں صبر و استقامت سے برداشت کیں۔

نشۂ اقتدار میں بدمست فرنگی حکمرانوں نے دیگر قائدین احرار کی طرح قاضی صاحبؒ کو بھی جد و جہد آزادی سے باز رکھنے کے لئے جیل میں بہیمانہ جبر و تشدد کا نشانہ بنایا جس کے نتیجے میں جرأت و عزیمت کے اس پیکر کا ایک بار فرنگی بربریت کی بھینٹ چڑھ کر دم مرگ غم و الم کی تصویر بنا رہا۔ انگریز دشمنی میں آپ کے جوش و خروش کا یہ عالم تھا کہ آپ گھر والوں کی طرف سے بالکل بے نیاز ہو کر شب و روز جماعتی کاموں میں مصروف رہتے۔ بس اسی لگن میں مگن رہتے کہ کسی طرح فرنگیوں کو برصغیر سے نکال دیا جائے۔ ایک مرتبہ آپ دورے پر تھے کہ گھر سے نومولود اکلوتے فرزند کی علالت کی تشویشناک اطلاع ملی لیکن ذہن پر جو فرنگی استبداد کے خاتمے کا جنون سوار تھا لہٰذا اس خبر کی طرف کوئی دھیان نہ دیا۔ اسی دوران پھر دوسرا پیغام ملا کہ فرزند انتقال کر چکا ہے۔ تو اسے رضائے الٰہی سمجھ کر اپنے اہل خانہ کو صبر و ہمت کا خط لکھ کر بدستور جماعتی ذمہ داریوں کی تکمیل میں منہمک رہے۔

مجلس احرار اسلام اس لحاظ سے ہماری ملی تاریخ میں منفرد مقام رکھتی ہے کہ جنگ آزادی میں جتنے بھی بڑے بڑے خطیب ابھرے ان سب کا تعلق اسی جماعت سے تھا۔ اس لئے احرار قائدین جس تحریک کی نیو اٹھاتے اسے اپنی نوائے گرم اور آتش بیانی سے شعلہ جوالہ بنا دیتے تھے۔ قاضی صاحبؒ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی دلآویز شخصیت سے مرعوب ہو کر احرار میں شامل ہوئے تھے۔ اور پھر اس عظیم مرد قلندر سے ارادت و عقیدت کا یہ تعلق آپ کو لاثانی خطیب بنانے کا باعث بن گیا اس ضمن میں آپ خود اکثر فرماتے تھے کہ "مجھ میں جو خوبیاں ہیں وہ میرے استاد سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی تربیت کی وجہ سے ہیں۔ اور جو برائیاں ہیں ان کا ذمہ دار میں خود ہوں۔"

قاضی صاحبؒ ہر موضوع پر کئی کئی گھنٹے فصیح و بلیغ تقریر فرما لیتے تھے۔ آپ اپنی تقریر میں لطافت و ظرافت، اشعار اور واقعات کا اس قدر برمحل استعمال کرتے کہ سامعین عش عش کر اٹھتے تھے۔

فرزند کی موت کی اطلاع جماعتی کاموں کے انہماک سے نہ روک سکی!

قیام پاکستان کے بعد قاضی صاحبؒ

لاکھوں مسلمانوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کی قربانیوں کے صدقے جنم لینے والی اس نئی اسلامی مملکت کے امن و استحکام کے تحفظ کے لئے کوشاں ہو گئے بانی پاکستان کی وفات کے بعد جب برصغیر کے کروڑ مسلمانوں کے خوابوں کے سنگم پاکستان کی سرحدوں پر خطرات منڈلانے لگے اور جب پر لیاقت علی خان مرحوم نے ہندو سامراج کو مکہ دکھایا تو مجلسِ احرار کی دور اندیش قیادت نے اسے قومی اتحاد کی علامت قرار دے کر بیرونی جارحیت کی صورت میں قوم کو جہاد کے لئے تیار رکھنے کے لئے ملک گیر پیمانے پر تحریک شروع کر دی۔ اس ضمن میں ۱۹۴۹ء میں دفاع پاکستان کانفرنس منعقد کی گئی جس میں احرار قائدین نے اعلیٰ بصیرت اور فہم و فراست کا مظاہرہ کرتے ہوئے وطن عزیز کی بگڑتی ہوئی خارجی صورت حال کے پیش نظر داخلی طور پر مکمل اتحاد و یگانگت کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے "مجلس احرار اسلام" کی جماعتی حیثیت ختم کر کے مسلم لیگ سے بھرپور تعاون کا تاریخ ساز اعلان کیا۔ اس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مجاہد اسلام آغا شورش کاشمیری نے کہا تھا کہ "آج تک ہمارا مسلم لیگ سے اختلاف اسی طرح رہا ہے جو دو بھائیوں کے درمیان ہوا کرتا ہے۔ اگر تارا سنگھ ہماری آبرو کی طرف بری نظر سے دیکھے گا تو ہمارا فرض ہو جاتا ہے کہ ہم اسے وہی جواب دیں جو حضرت امیر معاویہؓ نے قیصر روم کو دیا تھا۔ کہ "او کتے کے بچے" اگر تم نے علی کرم اللہ وجہہ کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھا تو تمہاری آنکھیں نکال دی جائیں گی"۔ اگر وطن عزیز پر کوئی برا وقت آیا تو پھر ہم بتا دیں گے کہ ہم کس طرح جان پر کھیلنا جانتے ہیں"۔ یہ احرار زعماء کی حب الوطنی کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔

قاضی صاحبؒ کو سرور کونین خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے والہانہ شیفتگی اور جذبات کی حد تک محبت تھی آنحضرتؐ کا اسم گرامی آتے ہی آپ کے جسم پر کپکپی طاری ہو جاتی اور آنکھوں سے اشکوں کی مالا جاری تھی یہ عشق رسولؐ ہی تھا۔ جو آپ نے ہمیشہ عقیدۂ تحفظ ختم نبوتؐ کی مجاہدانہ وضاحت فرمائی اور اس کی تبلیغ میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا آپ کی کوئی تقریر شاذ و نادر ہی ایسی ہو گی جس میں اس مسئلہ کی پوری طرح وکالت نہ کی گئی ہو اس معاملے میں آپ اس قدر سہل اور آسان دلائل و براہین سے اپنا مدعا بیان کرتے تھے کہ وہ عام لوگوں کے دلوں میں اتر جاتا تھا مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوئ نبوت کی تردید میں ایک موقع پر فرمایا ایک شخص کے دو بیٹے ہو سکتے ہیں لیکن ایک بیٹے کے دو باپ نہیں ہو سکتے، ایک خاوند کی دو بیویاں ہو سکتی ہیں۔

لیکن ایک بیوی کے دو خاوند نہیں ہو سکتے، ایک نبی کے پیروکاروں کے دو فرقے تو ہو سکتے ہیں لیکن ایک مذہبی فرقے کے دو نبی نہیں ہو سکتے، مرزائیت کا اسلام رسولؐ، خدا، دین اور مسلمانوں سے دور کا بھی واسطہ نہیں یہ محض ایک پولیٹیکل گروپ ہے جسے انگریز سامراج نے اپنی خدمت گذاری کے لئے جنم دیا تھا۔

قاضی صاحبؒ نے قادیانیت کے پوسٹ مارٹم کے لئے تقریر و تحریر کے علاوہ ایک اچھوتا انداز اپنایا تھا جس سے قادیانی حلقوں میں کھلبلی مچ گئی تھی آپ اہم سرکاری و غیر سرکاری شخصیتوں سے ملاقات کے لئے جاتے اور اپنے ہمراہ ایک بڑے صندوق میں مرزا غلام احمد کذاب کی تمام تصانیف بھر کرلے جاتے اور پھر دوران گفتگو ان کتابوں میں مرزا غلام احمد کی مکروہات چشم دید کراتے تھے اسی سلسلے میں جب آپ ۱۹۵۱ء میں اس وقت کے وزیر اعظم لیاقت علی خان سے جاکر ملے اور غلام احمد کی کتابیں دکھائیں تو لیاقت علی خان آبدیدہ ہو گئے اور قاضی صاحبؒ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے یہ الفاظ فرمائے "آپ نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے دعا کیجئے اللہ تعالیٰ مجھے اپنا فرض ادا کرنے کی توفیق بخشے" لیکن شومیٔ قسمت کہ تقدیر نے انہیں مہلت نہ دی اور وہ ایک منظم سازش کے تحت گولی سے مار دیئے گئے قاضی صاحبؒ نے مجموعی طور پر اپنی عمر عزیز کے ۹ سال قید و بند کی نظر کئے تحریکِ ختم نبوتؐ کے دوران آپ جیل میں اسیری کے دن گزار رہے تھے کہ والد صاحب کی طبیعت کی ناسازی کی اطلاع ملی، حالت بگڑتی رہی بے ہوشی کے دوروں میں بھی شدت پیدا ہوتی گئی جب ہوش آتا تو دروازے کی طرف دیکھ کر پوچھتے کہ "میرا چاند احسان ابھی تک نہیں آیا" آخر اسی کیفیت میں رحلت کر گئے عزیز و اقرباء نے اس وقت کے وزیر اعظم سے درخواست کی کہ قاضی صاحب کو صرف ایک دن کے لئے پیرول پر رہا کر دیں کہ وہ اپنے والد مرحوم کی تدفین میں شرکت کرلیں اور اس مقصد کے لئے ایک لاکھ روپیہ زرِ ضمانت کے طور پر دینے کی پیش کش بھی کی گئی مگر اس شقی القلب شخص نے رہا کرنے سے صاف انکار کر دیا دین اسلام کی سربلندی اور قوم کے روشن مستقبل کی خاطر فرنگی استبدادیت کے خاتمے کے لئے اپنی زندگی داؤں پر لگاتے رکھنے پر قاضی صاحبؒ کو "اپنوں" سے یہ انوکھا صلہ ملا تھا سید عطا اللہ شاہ بخاریؒ کی رحلت کے بعد ۱۹۶۱ء میں آپ مجلس تحفظ ختم نبوتؐ کے صدر منتخب ہوتے اور پھر زیست کے آخری سانس تک اپنے پیرو مرشد کے چھوڑے ہوئے اس عظیم مشن کی تکمیل کے لئے برسرپیکار رہے اور پھر ۲۳ نومبر ۱۹۶۹ء کو ہمیشہ کے لئے خلد آشیاں ہو گئے۔ خدا ان کی لحد مبارکہ کو اپنی رحمتوں سے منور کرے۔ (آمین)

نعت

جو حبیب ہے خُدا کا، جو نبیؐ مرا نبی ہے
یہ جہانِ عقل و دانش میں اسی کی روشنی ہے

ہمیں خوف ظلمتوں سے نہ رہا، نہ ہے، نہ ہوگا
کہ ہدایتوں کے سورج کی دمک تو دائمی ہے

ترے حرفِ حق سے اب تک ہے سماعتوں کا رشتہ
ترے نقشِ پا سے خائف یہ نظامِ گمرہی ہے

تری اتباعِ کامل ہے معیارِ آدمیت
ہے جو تیری اقتداء میں وہی شخص آدمی ہے

یہ زمیں سے اوجِ سدرہ فقط ایک گام نکلا
ترے واسطے مسافت ادباً سمٹ گئی ہے

نہ خزاں کا بس چلے گا، نہ اداس پھول ہونگے
رُخِ مصطفےٰ کے پرتو سے تمام تازگی ہے

ترے عشق کے یہ دعوے بھی ثبوت چاہیئے
ترے دیں پہ مرمٹے ہم یہی حسنِ زندگی ہے

یہ انھیں کی ہے عنایت کہ جمالِ نعتِ شاہد
مرے فن کی آبرو ہے، مرے فن کی روشنی ہے

الطاف شاہد

آدمیت سے بغاوت

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ

انسانیت کا سرمایہ

جب دنیا میں ایک انسان یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اللہ ہی اکیلا اس دنیا کو چلا رہا ہے اور وہی بندگی اور اطاعت کا مستحق ہے آپ نے اس حق کا اعلان کیا۔ اور اس آواز کو اتنا بلند کیا کہ آج دنیا کے ہر حصے سے یہ آواز بلند ہو رہی ہے۔ اور جب کوئی آواز سننے میں نہیں آتی تو اذان کی آواز بلند کی اور آج یہ آواز ساری دنیا میں پھیل گئی ہے۔

آپ کی اور آپ نے جو کچھ دنیا کو عطا کیا وہ انسانیت کا مشترکہ سرمایہ ہے۔ جس پر کسی قوم کی اجارہ داری قائم نہیں ہو سکتی جس طرح ہوا، پانی اور روشنی پر کسی کو اجارہ داری نہیں۔ اور کوئی اس پر اپنی مہر اور اپنی چھاپ نہیں لگا سکتا۔ اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ساری دنیا کا حق ہیں۔ اور ہر شخص کا اس میں حصہ ہے جو ان سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ یہ دنیا کی تنگ نظری ہے کہ وہ ان حقوق کو کسی قوم یا ملک کی جاگیر سمجھے۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم محسن انسانیت تھے۔ اور ساری انسانیت آپ کی ممنون ہے دنیا میں جو عدل و انصاف اس وقت موجود ہے اور جن حقوق کو اس وقت تسلیم کیا جا رہا ہے وہ سب آپ کا فیض ہے۔

بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے
یہ سب پودا انہیں کی لگائی ہوئی ہے

ہم موجودہ نظام زندگی کو چیلنج کرتے ہیں اور ڈنکے کی چوٹ پر یہ کہتے ہیں کہ تم دنیا کو آج جتنا بلند سمجھتے ہو وہ اتنی پست ہے ہم صاف کہتے ہیں کہ دنیا تدریجی خودکشی کی طرف جا رہی ہے۔ یہ راستہ انسانیت کی تباہی کا راستہ ہے۔ میں سیدھا مسجد سے آپ تک نہیں آیا۔ بلکہ کتب خانوں کے راستے سے مطالعہ کے راستے سے اور معلومات کے راستے سے آپ کے سامنے آیا ہوں۔ آپ میں سے کچھ لوگ یورپ کی دو زبانیں جانتے ہوں گے۔ میں خود یورپ کو جانتا ہوں، تم انگریزی داں ہو، میں انگریزی داں ہوں میں سارے یورپ سے خم ٹھوک کر کہتا ہوں کہ تمہارا پورا نظامِ زندگی غلط ہے اور وہ انسانیت کو ہلاکت کی طرف لے جا رہا ہے۔ میرا دعویٰ ہے اور پورے استدلال اور یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ دنیا کی نجات پیغمبروں ہی کے راستے میں ہے اور دنیا کے لیے اس وقت خدا کے یقین اس کے خوف دوسری زندگی پر ایمان اور پیغمبروں کی رسالت کے اقرار کے سوا کوئی چارہ نہیں یہی ہماری دعوت ہے اور یہی ہماری جدوجہد کا مقصد۔

رُوحِ انسانیت

دنیا کی زندگی کے بہت سے طرز ہیں۔ اور سینکڑوں، ہزاروں ان کے نام اور اقسام ہیں۔ کوئی مشرقی طرز زندگی کوئی مغربی طرز زندگی، کوئی جدید کوئی قدیم، لیکن درحقیقت زندگی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک من مانی زندگی جس میں انسان یہ سمجھتا ہے کہ میں ایک شترِ بے مہار ہوں۔ اس کو نفس پرستی کی زندگی بھی کہا جا سکتا ہے۔ دوسری زندگی خدا پرستی کی زندگی ہے۔ جس میں انسان خدا کو اپنا حاکم مان کر زندگی گذارتا ہے۔

دنیا میں آج دو محاذ قائم ہیں ایک مغربی دوسرا مشرقی، لیکن دراصل خدا پرستی اور نفس پرستی کی جنگ ان میں خود ہر محاذ میں شامل ہے۔ خواہ ان میں سے ایک خدا پرستی، کتنی کمزور کیوں نہ ہو۔ دنیا میں مختلف مذاہب کو ماننے والوں کی تعداد علیحدہ علیحدہ بتلائی جاتی ہے مگر دراصل سب سے بڑی تعداد نفس پرستی کے مذہب کے ماننے والوں کی ہے۔ جو ہر مذہب کے اندر موجود ہے۔ دنیا میں ہمیشہ من مانی زندگی کا رواج رہا ہے۔ اس لیے کہ اس طرح کی زندگی گذارنا بہت مزیدار اور آسان معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اگر دنیا میں تنہا ایک انسان ہوتا تو من مانی زندگی کی بڑی گنجائش تھی۔ اور یہ زندگی واقعی بڑے مزے کی تھی۔ مگر دنیا میں لاکھوں کروڑوں انسان موجود ہیں۔ من مانی زندگی والا انسان من کا راجہ ہوتا ہے۔ اگر سب من کے راجہ بن جائیں تو کیسی مشکل پیش آئیگی۔

اللہ نے دنیا میں مختلف طبیعتیں بنائی ہیں۔ ایک کا دل کسی چیز کو چاہتا ہے۔ تو دوسرا کوئی خواہش رکھتا ہے۔ اگر دنیا کے کروڑوں انسان من مانی کی زندگی گزارنے والے ہوں اور اپنی خواہش کے مطابق دوسرے کا پیٹ

کاٹنے اور غلام بنانے کی فکر کرنے لگیں تو دنیا میں کیسا بگاڑ آجائیگا۔ جیسی کہ اس وقت دنیا کی حالت ہے۔ جس سے من مانی زندگی گزارنے والے خود بھی عاجز ہیں۔ دنیا میں جو تباہیاں آئی ہیں۔ اور جو قحط پڑے ہیں۔ وہ دراصل چند انسانوں کی ناانصافی اور نفس پرستی کا نتیجہ ہیں اس وقت کی تمام مصیبتوں کی جڑ اور فسق کی گانٹھ ہی نفس پرستی ہے۔ جس نے چوربازاری ذخیرہ اندوزی حد سے بڑھی اور نفع خوری، رشوت و خیانت کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ چھٹی صدی عیسوی میں یہ من مانی زندگی انتہائی عروج کو پہنچ چکی تھی۔ اور ملک ملک میں اس کا دور دورہ تھا۔ یہ ایک بہتا ہوا دریا تھا۔ جس کے دھارے پر ہر چھوٹا بڑا بہہ رہا ہے۔ بادشاہ اپنی نفس پرستی میں مبتلا تھے۔ رعایا بھی ان کی نقل میں نفس پرستی کا شکار تھی۔ ایران اس نفس پرستی کا بڑا اڈا تھا۔ قوم کا ہر طبقہ نفس پرستی کا بیمار تھا۔ شاہِ ایران کا یہ حال تھا کہ ان کی بیویوں کی تعداد بارہ ہزار تھی۔ جب مسلمانوں نے اِس ملک کو مصیبت سے نجات دینے کے لیے حملہ کیا۔ تو وہ بادشاہ بے سرو سامانی کی حالت میں نکل بھاگا۔ تو اس کے ساتھ اس کے ایک ہزار باورچی، ایک ہزار گویئے ایک ہزار باز اور شکروں کو کھلانے والے تھے۔ اس کے باوجود اس کو افسوس تھا کہ بڑی بے سروسامانی میں نکلنا ہوا۔ اس زمانے کے جنرل اور سپہ سالار ایک ایک لاکھ کی ٹوپی اور ایک ایک لاکھ پچاس پچاس ہزار کا پٹکا لگاتے تھے۔ ان کی سوسائٹی میں معمولی کپڑا پہننا جرم تھا۔ کسانوں کا یہ حال تھا کہ وہ لگان نہیں دے سکتے تھے اور زمین چھوڑ چھوڑ کر خانقاہوں اور عبادت گاہوں میں جا بیٹھے تھے۔ متوسط طبقے کے لوگ امراء کی ریس میں دیوالیہ ہوتے جا رہے تھے۔ غرضیکہ معاشی لوٹ کھسوٹ برپا تھی۔ ہر بڑا اپنے چھوٹے کو اور ہر حاکم اپنے محکوم کو لوٹنے اور اس کا خون چوسنے کی کوشش میں تھا۔

ایسی سوسائٹی میں عقائد، اخلاق اور کیریکٹر کیسے پنپ سکتا۔ اور کس کو آخرت کی فکر اور مذہب کا ہوش رہ سکتا ہے مگر کوئی اِس نفس پرستی کے خلاف محاذ قائم کرنے والا نہ تھا۔ کیونکہ دھارے کے خلاف تیرنا آسان نہیں۔ بڑے بڑے فلاسفر اور حکیم اِس دھارے میں بہے چلے جا رہے تھے۔ اور ساری انسانی تہذیب ایک تنکے کی طرح اِس دھارے میں بہہ رہی تھی کہ اس زمانے میں حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلّم دنیا میں تشریف لائے۔ اور آپ نے دنیا کے اِس دھارے کو نفس پرستی سے خدا پرستی کی طرف موڑا۔ یہ تاریخ کا سب سے بڑا واقعہ ہے نفس پرستی ہی دنیا کی تمام گمراہیوں اور بداخلاقیوں کا سرچشمہ ہے ظلم و زیادتی، چوری اور بددیانتی سب اس درخت کی شاخیں ہیں اِس میں شک نہیں کہ اِس زمانے میں آتش پرستی تھی بت پرستی بھی تھی۔ ستارہ پرستی بھی تھی لیکن ان معبودوں کو اِس لیے انتخاب کیا گیا تھا کہ اِنسانوں کو ان کے معبود کسی برائی سے روک نہیں سکتے تھے۔ اور کسی کی زندگی اور معاملات میں مداخلت نہیں کر سکتے تھے۔ اِس لیے ایسی عبادت کے ساتھ نفس پرستی آسانی کے ساتھ نبھ سکتی ہے۔

ہمارے پیغمبر صلّے اللہ علیہ وسلّم نے اِس سیلاب سے لڑنے کا بیڑہ اٹھایا اور سب سے پہلے اپنی زندگی میں خدا پرستی کا ثبوت دیا۔ اور پوری سوسائٹی سے لڑائی مول لی۔ حالانکہ اِس سے پہلے آپ اپنی سوسائٹی میں بہت مقبول اور ہر دلعزیز تھے۔ صادق اور امین کہلاتے تھے اِس لیے اگر پڑھنا چاہتے تو سوسائٹی آنکھوں پر بٹھاتی۔ مگر آپ نے اِس زندگی کو قربان کیا اور نفس پرستی کے سیلاب کو روکنے کے لیے تین امتیازی چیزیں پیش کیں۔

۱- مانو کہ تمہارا اور اِس دنیا کا پیدا کرنے والا اور حکومت کرنے والا ایک ہے۔

۲- اِس زندگی کے بعد دوسری زندگی آنے والی ہے۔ جس میں اِس زندگی کا حساب کِتاب دینا ہے۔

۳- میں خدا کا پیغمبر ہوں۔

اِس کے بعد آپ کی پوری زندگی اِس سعی خدا پرستی کا ثبوت تھی۔ جو خدا پرستی کے سب سے بڑے داعی اور پیغمبر کے شایانِ شان ہی ہر موقعہ پر جہاں ایک انسان نفس پرستی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ آپ خدا پرستی کی مثال قائم کرتے تھے۔ بادشاہ جب کوئی ملک فتح کرتے ہیں تو اپنی فتح کے نشہ میں مخمور ہو جاتے ہیں۔ بڑائی اور طاقت کا اظہار کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم جب مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے تو اونٹ پر سوار تھے۔ زبان سے خدا کا شکر اور اپنی عاجزی کا اظہار کر رہے تھے۔ اِس موقع پر سامنے ایک آدمی آیا اور رعب سے کانپنے لگا۔ آپ نے فرمایا گھبراؤ نہیں۔ میں قریش کی ایک غریب عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا گوشت کھاتی ہیں۔ لوگوں کی دولت و حکومت سے

سب سے زیادہ فائدہ ان کے عزیز اور ان کی اولاد اٹھاتی ہے۔ مگر آپ سے جب آپ کی بیٹی نے کہا کہ کام کرتے کرتے اور پانی بھرتے بھرتے گھٹے اور نشان پڑ گئے تھے ایک غلام یا باندی دے دی جائے تو آپ نے فرمایا کہ بیٹی میں تم کو غلام اور باندی سے زیادہ اچھی چیز بتلاتا ہوں کہ سوتے وقت خدا کا ذکر کر لیا کرو۔ یہ حق پرستی کا علمبردار اپنی اولاد کیلئے کیسے گوارا کرتا کہ نفس پرستی کا خیال بھی آجائے۔ دنیا کے لوگ اپنی اولاد اور اپنے خاندان کو قانون سے مستثنےٰ کر دیتے ہیں۔ مگر حضور سے جب ایک عورت کے چوری کرنے پر سفارش کی گئی، تو یہ فرمایا کہ یہ تو یہ، اگر فاطمہ بھی چوری کرے تو اس کا بھی ہاتھ کاٹ دوں گا۔

نفس پرستوں کا قاعدہ ہے کہ وہ کوشش کرتے ہیں کہ اگر نئے قوانین بنائے جائیں تو ان کے عزیزوں اور دوستوں کو کم سے کم نقصان اور زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچے۔ اگر وہ کوئی ایسا قانون نافذ کرنا چاہتے ہیں جس کی زد ان کے دوستوں اور عزیزوں پر پڑتی ہے۔ تو وہ اپنے دوستوں اور عزیزوں کو خبردار کر دیتے ہیں۔ تاکہ وہ اس کا انتظام کرلیں۔ اس کے برخلاف جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کو سود کی حرمت کا اعلان کرنا۔ اور جب آپ نے دنیا کو اِس لعنت سے ختم کرنا چاہا۔ تو آپ نے اپنے خاندان سے ہی ابتدا کی۔ آپ نے حج کے موقع پر اعلانِ عام کیا کہ میں سود کو ختم کرتا ہوں۔ اور سب سے پہلے اپنے چچا کا سود معاف کرتا ہوں۔ اب وہ کسی سے اپنا سود وصول نہیں کر سکتے۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ آپ ان کے کان میں کہہ دیتے کہ سود وصول کر لیجئے۔ میں سود حرام کرنے والا ہوں۔ خون کا بدلہ لینے کے متعلق فرمایا کہ جاہلیت کے تمام خون (انتقام خون) باطِل کر دیئے گئے ہیں۔ اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کا خون ربیعہ بن الحارث کے بیٹے کا خون باطِل کرتا ہوں

آپ نے پوری قوم اور سوسائٹی کی اِس اصول پر تربیت کی کہ وہ ایک خدا پرست سوسائٹی بن جائے۔ اس کا ایک اصول یہ تھا کہ جو کسی عہدہ کا طالب ہو۔ اس کو عہدہ نہیں دیتے تھے۔ ایسی سوسائٹی میں عہدہ کا امیدوار بننے اور اپنی تعریف کرنے اور حکومت کے لیے ایک دوسرے کا مقابلہ کرنے کی کیا گنجائش تھی۔ اِس جماعت کا ایمان تھا کہ

تلک الدار الاخرۃ نجعلہا للذین یریدون علوا فی الارض ولا فسادا۔ والعاقبۃ للمتقین

یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کو عطا کریں گے جو زمین میں اپنی سربلندی اور فساد نہیں چاہتے اور اچھا انجام خدا سے ڈرنے والوں کا ہے

آنحضرت صلّے اللہ علیہ وسلم کے جانشین بھی خدا پرستی کا نمونہ تھے۔ اور نفس پرستی و جاہ طلبی سے پاک تھے۔

خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی بیوی نے حلوہ کی فرمائش کی۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں اس سے زیادہ بیت المال سے نہیں لے سکتا جو روزانہ ملتا ہے۔ بیوی نے گذارے کے ان پیسوں سے بچا کر حلوہ کے لیے سامان منگانے کو پیسے دیئے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے وہ پیسے خزانچی کو دے کر کہا کہ اتنی رقم زیادہ تھی، اب آئندہ نہ دیجیئے

خلیفہ دوم حضرت عمر رضؓ جب بیت المقدس میں داخل ہو رہے تھے تو غلام سوار تھا اور خود پیدل کپڑوں میں پیوند لگے تھے۔ قحط کے زمانے میں حضرت عمر رضؓ کے سامنے کھانا آتا تو فرماتے تھے کہ اگر تمام لوگوں کو ایسا کھانا میسر نہیں تو میرے سامنے سے بھی کھانا اٹھالو۔ جبکہ آپ روم اور ایران کے بادشاہ تھے۔ حضرت خالد رضؓ مسلمانوں کے سپہ سالار تھے۔ یرموک کے میدان میں فوج کی کمان ان کے سپرد تھی۔ ایک چپڑاسی خلیفہ وقت کا حکم لاتا ہے کہ اِن کو معزول کیا گیا اور ابوعبیدہ رضؓ کو سپہ سالار بنایا گیا۔ تو آپ کی پیشانی پر شکن بھی آئی۔ اور کہا کہ اگر میں اللہ کے لیے لڑتا تھا تو اب بھی لڑوں گا۔

دنیا کا سب سے بڑا حادثہ یہ ہے کہ نفس پرستی نے خدا پرستی کی تحریک کے علمبرداروں کو بھی زیر کر لیا ہے۔ اور ان کے مورچہ کے اندر گھس آئی۔ اور ان سے اپنی شکست کا بری طرح انتقام لے رہی ہے۔

مسلمانوں نے بڑا ظلم کیا ان کو تو خدا پرستی کا

(باقی ۸ پر)

بقیہ : اداریہ

کہ خدارا ہوش کے ناخن لیجئے! حالات اس بات کے متقاضی ہیں کہ قوم کو اعتماد میں لیا جائے۔ اندرونی اور بیرونی خطرات سے نپٹنے کے لئے قوم کو تیار کیا جائے۔ کیونکہ جنگ ہمیشہ قوم کے جذبے سے لڑی جاتی ہے۔ فوج کا اسلحہ اور بیرونی مدد کے پُر فریب نعرے کبھی کچھ نہیں کرتے۔ اور ہمیں تو اس کا تلخ تجربہ ہو چکا ہے۔

اللہ ہمیں صحیح سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین!

تعارف و تبصرہ

تبصرہ کے لئے ہر کتاب کی دو جلدیں دفتر میں ضرور بھیجئے ——— مدیر

فقہائے ہند جلد پنجم - حصہ دوم

تالیف : جناب مولوی محمد اسحٰق بھٹی
قیمت : ۳۵/- روپے
ملنے کا پتہ : ادارہ ثقافت اسلامیہ
کلب روڈ، لاہور

فاضل محترم جناب مولانا محمد اسحٰق صاحب بھٹی کی تصنیفی زندگی کا بہترین کارنامہ "فقہائے ہند" کی شکل میں تکمیل کے مراحل میں ہو چکا ہے۔ اس سے قبل جلد اول، دوم، سوم، چہارم۔ (حصہ اول، دوم) اور پنجم (حصہ اول) سامنے آچکی ہیں۔ موصوف نے ان حصص میں ترتیب وار سرزمین ہند کے ان اساطین علم کا ٹھوس تذکرہ کیا ہے جن کی علمی کاوشوں سے یہ سرزمین رشکِ جنت بنی۔ خوبی یہ ہے کہ ہر حصہ کے مفصل و مدلل دیباچہ میں اس دور کے سلاطین وحکمرانوں کا تذکرہ ہے جن میں ان کے اخلاق و عادات، طرز حکومت اور معارف پروری پر گفتگو کی گئی ہے۔ پانچویں جلد بارھویں صدی ہجری کے اہل علم کے لئے وقف ہے اور اس کے حصہ اول میں حروف تہجی کے اعتبار سے الف سے لام تک کے علماء و فضلاء کا ذکر ہو چکا ہے۔ اس حصہ میں میم سے یا تک کے اہل کمال کا تذکرہ ہے کتاب کے ۴۱۶ صفحات ہیں جن میں سے چھیانوے صفحات مقدمہ کے طور پر شامل ہیں۔ اس مقدمہ میں شاہ عالم بہادر شاہ اول سے لے کر عالم شاہ ثانی تک ۹ مغل حکمرانوں کے ساتھ ساتھ بے ننگ و نام سادات بارہہ، احمد شاہ ابدالی، نادر شاہ، ایسٹ انڈیا کمپنی، اودھ کی حکومت، سراج الدولہ، روہیل کھنڈ کی حکومت، حیدر آباد کی آصف جاہی حکومت اور سلطنت خداداد میسور کا تذکرہ شامل ہے ——— اصل کتاب میں سب سے مفصل تذکرہ حضرت حکیم الامت امام ولی اللہ دہلوی کا ہے جن کے متعلق ان کے استاذ شیخ کردی مدنی رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا تھا کہ وہ مجھ سے الفاظ حدیث کی سند لیتے، اور میں ان سے حدیث کے معانی کی سند لیتا ہوں۔ جس دور پر یہ کتاب مشتمل ہے وہ برصغیر کا زبردست پُرآشوب دور تھا، مغل حکومت زوال پذیر تھی۔ آئے دن حکمران بدلتے، صوبائی خودمختاری کے نام پر مرکز گریزی کا رجحان عام تھا ایسٹ انڈیا کمپنی اپنا کام کر رہی تھی شاہ ولی اللہؒ کی دعوت پر احمد شاہ ابدالی سات مرتبہ یہاں آیا۔ نادر شاہ نے الگ مصیبت کھڑی کی۔ پلاسی کی جنگ میں غدار امراء نے سراج الدولہ کو پٹوایا۔ ٹیپوؒ کی عظیم الشان سلطنت حوادث کی نذر ہو گئی۔ یہ سب کچھ اس کتاب میں ہے اور بڑی تحقیق و تفصیل سے۔ لیکن آپ حیران ہوں گے کہ اس زبردست سیاسی انتشار اور افراتفری کے باوجود علمی دنیا میں وہ کچھ ہو رہا تھا کہ سبحان اللہ!

بقول علامہ شبلی ابن تیمیہ اور ابن رشد کے بعد کسی صاحب دماغ کی آمد کی قطعاً توقع نہ تھی لیکن نیرنگیٔ قدرت کہ شاہ ولی اللہؒ اسی دور میں پیدا ہوئے جن کی دانش کے سامنے غزالی اور ابن رشد کی دانش ماند ہے۔ بھٹی صاحب نے سابقہ جلدوں کی طرح تحقیق و حوالہ جات کا معیار بھرپور طریق سے قائم کیا ہے ۱۰۶ ماخذ ان کے سامنے تھے جس سے محنت کا اندازہ ہوتا ہے۔ کتاب ہر طبقہ کے لئے ناگزیر ہے۔ ہم اس تصنیف پر جہاں بھٹی صاحب کو مبارک کہتے ہیں وہاں ادارہ کے ممنون ہیں کہ وہ ایسی اچھی کتاب چھاپ رہا ہے اللہ تعالےٰ اس کی جلد تکمیل کرائے اور ملک کو قدردانی کی توفیق بخشے۔

تعلیماتِ رحیمی

تالیف : حضرت مولانا عبداللہ شاہ صاحب قدس سرہٗ
قیمت :
ملنے کا پتہ : دارالتصنیف لمیٹڈ مجاہد آباد روڈ کراچی

کتاب کیا ہے؟ علم و حکمت کا خزانہ، اہل فضل و کمال کا تذکرہ اور مردہ قوم کے لئے پیغام مسیحائی۔ لکھنے والے نے قلم توڑ دیا تو چھاپنے والوں نے دریا دلی سے سرمایہ خرچ کر کے ظاہری طور پر ایک خوبصورت ترین کتاب بنا دیا۔ سب سے پہلے جناب سید نفیس شاہ صاحب جیسے پاک باطن اور نیک نفس انسان کی ایک تحریر ہے جس میں حضرت الامام السید بریلوی قدس سرہٗ کے سلسلۃ الذہب کے ایک مجاہد و بزرگ انسان حضرت اخوند صاحب سوات کا تعارف و تذکرہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایک درویش اور فقیر نے کس طرح انگریزی راج کے ناک میں دم کر دیا تھا۔ اخوند صاحب کے خدام میں جن لوگوں کو عظمت نصیب ہوئی ان میں اعوان شریف ضلع گجرات کے حضرت قاضی سلطان محمود علیہ الرحمہ بھی تھے اور دوسرے بزرگ حضرت شاہ عبدالرحیم سہارنپوری قدس سرہٗ تھے جو خانقاہ عالیہ رائے پور کے موسس و بانی حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے مرشد اول تھے۔ انہی کی تعلیمات پر مشتمل یہ کتاب ہے جسے ان کے خادم و خلیفہ حضرت شاہ عبداللہ صاحب کرنالی نے لکھا۔ اس کے بعد مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور نفیس شاہ صاحب کی تحریرات ہیں جن میں حضرت سہارنپوری کا تذکرہ و تعارف ہے۔ پھر مولانا اشتیاق احمد دیوبندی مرحوم کے قلم سے مصنف کتاب حضرت شاہ عبداللہ کرنالی قدس سرہٗ کا تعارف و تذکرہ ہے اور اس کے بعد تعلیمات رحیمی۔ تعلیماتِ رحیمی میں شاہ صاحب نے سلوک و تصوف، اسرار طریقت اور اس سلسلہ کی دوسری اہم ترین چیزیں شامل کر دی ہیں۔ ہم نے عرض کیا کہ یہ علم و حکمت کا خزانہ اور سالکان راہ طریقت کے لئے خضرِ راہ ہے ——— تزکیہ باطن کے ساتھ ساتھ ان بزرگوں کے حالات سے ان کی مجاہدانہ زندگی، ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک "تحریک مجاہدین" اور اس کے بعد اس کے علمی و جہادی وارث علماء دیوبند کے حالات سے بھی آگاہی ہوگی اور خوب ——— ہماری خواہش ہے کہ یہ خوبصورت ترین کتاب گھر گھر پہنچے اور لوگ اس سے خوب خوب استفادہ کریں۔

ظفر اللاضی بما یجب فی القضاء علی القاضی

از نواب سید محمد صدیق الحسن رحمۃ اللہ تعالےٰ
قیمت : . . . . .
ناشر مکتبہ سلفیہ شیش محل روڈ لاہور

عربی زبان کی یہ بے نظیر کتاب ریاست بھوپال کے صاحب علم و معرفت جناب نواب سیّد صدیق الحسن صاحب کے قلم سے ہے۔ آپ کا خاندان ریاستی وجاہت کے ساتھ ساتھ علم و جہاد کی دنیا میں اپنا مقام رکھتا ہے۔ آپ کے اسلاف تحریک جہاد کے رہنما حضرت الامام السید احمد بریلوی قدس سرہٗ سے گہرے روابط رکھتے تھے اور اس میدان میں عملاً شریک ——— نواب صاحب نے ریاستی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ "علم" سے اپنا تعلق برابر قائم رکھا اور تصنیفی دنیا میں ایک بڑا ذخیرہ چھوڑ کر گئے۔ آپ کی کتابوں نے عرب دنیا تک سے خراج عقیدت حاصل کیا پر افسوس کہ یہاں ان کا بہت کم چرچا ہوا۔ مقام شکر ہے کہ مکتبہ سلفیہ نے ارباب حل و عقد نے اس کا بیڑہ اٹھایا، اور وقت کی ضرورت کے تحت یہ کتاب انتہائی خوبصورت ٹائپ پر چھپوا دی۔ کتاب جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ "قضا" سے تعلق رکھتی ہے۔ مرحوم نے مقدمہ میں قضا کے معنی پر گفتگو کی ہے اور قسم اول (باب اول) میں

(باقی ۲۹ پر)

طبی مشورے

حکیم آزاد شیرازی

براہ راست جواب کے خواہشمند حضرات جوابی لفافہ ضرور روانہ کریں۔

حکیم آزاد شیرازی اندرون شیرانوالہ دروازہ لاہور

ایگزیما، دردِ ایام، اٹھراہ

س: ایک بچی بعمر چودہ سال کو ایگزیما کی شکایت ہے انگریزی علاج سے فائدہ ہوتا ہے لیکن دس پندرہ روز بعد پھر شکایت زور پکڑ لیتی ہے۔

دوسری بچی بعمر سولہ سال کو ہر ماہ ایام وقت پر مگر شدید درد کے ساتھ ہوتے ہیں۔

ایک عزیزہ کو اٹھراہ کی شکایت ہے۔ شادی کو پندرہ برس ہو چکے کچھ بچیاں پیدا ہوئیں اور مرگئیں مجرب نسخے درکار ہیں۔

ڈاکٹر نثار احمد رانا (ہومیو فزیشن)
محلہ پیر گیلانیاں، لاہور

ج: مجرب نسخے حاضر ہیں۔

ایگزیما کا نسخہ ۱۔ گوگل (۲) گندھک آملہ سار۔ (۳) سوہاگہ (۴) (۵) کتھہ سرخ ہر ایک ایک تولہ (۶) گوند پلاس (۷) برادہ صندل سفید ہر ایک چھ ماشہ۔ باریک پیس لیں۔ بوقت ضرورت ہر روز بقدر ضرورت یہ سفوف پانی میں حل کر کے طلا کریں۔

دردِ ایام کا نسخہ ۱۔ تخم خیارین دو تولہ (۲) تخم حلبہ ۳ تولہ (۳) بادیان، (۴) اجوائن دیسی (۵) مجیٹھ (۶) افیون (۷) تخم شبت ہر ایک نو ماشہ۔

تمام دوائیں نیم کوب کر کے آدھ سیر پانی میں جوش دیں۔ نصف پانی رہنے پر پانچ چھٹانک چینی ملا کر شربت بنا لیں۔ ایام سے ایک ہفتہ پہلے شربت کا ساتواں حصہ روزانہ پلائیں۔

اٹھراہ کا نسخہ برگ نیم ۷ تولہ، برگ حنا ۴ تولہ برادہ صندل سرخ ۱ تولہ، برادہ صندل سفید ۱ تولہ، طباشیر ۵ تولہ، کھنڈ ۳ تولہ، رسونت مصفّٰی ۵ تولہ، شاہترہ ۱ تولہ، اصل السوس مقشر ۲ تولہ، گل نیلوفر ۱ تولہ، گل ارمنی ۲½ تولہ، دھماں بوٹی ۵ تولہ، رتن جوت ۹ ماشہ آملہ مقشر ۱۰ ماشہ، چاکسو ۹ ماشہ کشنیز خشک ۱½ تولہ۔

جملہ ادویات الگ الگ پیس لیں اور بقدر ضرورت لعاب بہیدانہ میں گھوٹ کر دانہ نخود کے برابر گولیاں باندھ لیں۔

استقرار حمل ہوتے ہی پندرہ دن تک روزانہ بوقت صبح ایک گولی گائے کے گھی ایک چمچہ کے ساتھ یا گائے کے دودھ کے ساتھ کھلائیں۔ پندرہ دن کے بعد روزانہ دو گولیاں وضع حمل تک کھلاتے رہیں۔

بقیہ: تعارف و تبصرہ

ان احادیث پر گفتگو کی ہے جو قضا کے سلسلہ میں وارد ہیں۔ اس حصہ میں بڑے قیمتی مباحث ہیں جو لائق مطالعہ ہیں۔ دوسرے حصہ میں مسائل قضا پر فاضل مصنف نے قلم اٹھایا ہے اور ستر مسائل کے تحت تمام متعلقات پر گفتگو کی ہے۔ ہر حصہ میں خاتمہ کی بحث الگ ہے۔ پہلے حصہ میں سلاطین کے عطایا لینے کے سلسلہ میں بحث ہے تو دوسرے حصہ کے خاتمہ کا عنوان ہے "فی وجوب الاجابۃ الی حکام الشریعۃ" جس کی اہمیت مسلم اور افادیت واضح ہے۔ خاتمۂ کتاب میں اکل حلال کی ضرورت پر فاضلانہ گفتگو ہے۔

الغرض کتاب بڑے معرکہ کی اور وقت کی ضرورت ہے اسی وقت "قاضی کلاسوں" کا زور ہے۔ مستقبل کے لئے قاضی تیار ہو رہے ہیں۔ ضرورت ہے کہ اس فاضلانہ کتاب کو داخل نصاب کیا جائے تاکہ ہمارے علماء اس سے بھرپور استفادہ کر سکیں۔